

الکیمی



مظاہر گیم

ہمارے

کامیابی

بھی پروا نہیں کرتا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ وہ اپنے تجربے، صلاحیتوں اور کارکردگی کی بنا پر عام طور پر جسمانی تکلیفوں سے بچا رہتا ہے لیکن بہر حال وہ انسان ہے اور اس کے مقابلے پر آنے والے بھی عام لوگ نہیں ہوتے اور بزرگ کہتے ہیں کہ بڑے مقصد کے حصول کے لئے جھوٹی قربانیاں تو بہر حال دینی پڑتی ہیں۔ امید ہے اب وضاحت ہو گئی ہوگی اور آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

بری امام اسلام آباد سے سید عامر علی شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ آپ کے ناول باقاعدگی سے پڑھتا ہوں اور مجھے آپ کی تحریریں بے حد پسند ہیں۔ خاص طور پر جوزف میرا پسندیدہ کردار ہے لیکن آپ سے شکایت ہے کہ آپ نے جوزف کو صرف رانا ہاؤس کی چوکیداری تک محدود کر دیا ہے۔ برائے کرم جوزف کو ہر مشن میں شامل رکھا کریں تاکہ اس کی صلاحیتوں سے پاکیشیا سیکرٹ سروس بھی استفادہ کر سکے۔

محترم سید عامر علی شاہ صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ جہاں تک آپ کی یہ فرمائش کہ جوزف کو سیکرٹ سروس کے ہر مشن میں شامل کیا جائے خاصی دشوار طلب ہے کیونکہ جوزف کی مخصوص صلاحیتیں مخصوص ماحول میں ہی سامنے آ سکتی ہیں اور جس کہانی میں ایسا ماحول سامنے آ جائے اس میں بہر حال جوزف خود بخود کام کرتا بھی نظر آ جاتا ہے۔

اب اجازت دیجئے  
آپ کا مخلص  
مظہر کلیم کلیم ایم اے

عمران صوفی پر اکثروں بیٹھا اخبار پڑھنے میں مشغول تھا۔ سامنے میز پر چائے کے برتن اور ناشتے کا سامان سجا ہوا تھا۔ عمران کے جسم پر شب خوابی کا لباس تھا اور وہ یوں اخبار پڑھ رہا تھا جیسے اگر اخبار کی ایک سطر بھی پڑھنے سے رہ گئی تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ سلیمان دوبارہ چائے گرم کر کے رکھ گیا تھا اور اب تیسری بار پھر چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

”صاحب۔ اگر آپ نے ناشتہ نہیں کرنا تو برتن لے جاؤں۔“  
سلیمان نے ایک بار پھر اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔ اس کے تیور مجبوسے ہوئے تھے مگر اس نے اپنے آپ پر ممکنہ حد تک کنٹرول کر رکھا تھا۔

”ہاں ہاں۔ لے جاؤ۔“ — عمران نے اخبار سے نظریں ہٹائے بغیر یہ کہہ دیا اور سلیمان نے برتن سمیٹنے شروع کر دیئے۔ برتن اٹھا کر

جیسے ہی وہ مڑا عمران نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر حیرت سے سلیمان کو دیکھنے لگا۔

”کیا ہوا۔ کیوں برتن لے جا رہے ہو“ — عمران کے لمبے میں حیرت تھی۔

”آپ نے خود ہی تو کہا ہے کہ برتن لے جاؤ“ — سلیمان نے جواب دیا۔

”چھا اچھا اگر میں نے کہا ہے تو ٹھیک ہے۔ لے جاؤ مگر ناشتہ۔“ عمران نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

”ناشتہ تو آپ نے نہیں کرنا“ — سلیمان نے جواب دیا۔

”کیوں نہیں کرنا۔ کیا میں نے بھوک ہڑتال کر رکھی ہے۔ آخر میں کتنا کس لئے ہوں۔ کیا یہ ساری مصیبتیں اس لئے بھگتا ہوں کہ تمہیں کھانا رہوں خود کچھ نہ کھاؤں“ — عمران نے بڑے سخت لمبے میں کہا۔

”مجھ پر بگڑنے سے کیا فائدہ۔ آپ نے خود ہی تو کہا ہے کہ برتن لے جاؤ۔ اب میں لئے جا رہا ہوں تو بگڑ رہے ہیں۔“ — سلیمان نے بھی قدرے تلخ لمبے میں جواب دیا۔

”مگر میں نے برتن لے جانے کے لئے کہا ہے۔ ناشتہ لے جانے کے لئے تو نہیں کہا۔ ناشتہ میز پر رکھ دو اور برتن بے شک لے جاؤ میری طرف سے اجازت ہے۔“ — عمران نے کہا اور دوبارہ اخبار پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔

”مگر اب چائے دوبارہ گرم نہیں ہو سکے گی۔ اس کا خیال رکھیں۔“ سلیمان نے برتن دوبارہ میز پر رکھتے ہوئے کہا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد عمران نے مسکراتے ہوئے اخبار ایک طرف رکھا اور چائے بنانے لگا۔ چائے بالکل بخ ہو مٹی تھی۔ عمران نے چائے کا ایک گھونٹ بھرا اور پھر برا سامنے بناتے ہوئے پیالی دوبارہ میز پر رکھ دی۔

”سلیمان۔ ارے بھائی سلیمان“ — عمران نے زور سے ہانک لگائی۔

”جی صاحب۔“ — سلیمان نے دروازے سے سر نکالتے ہوئے پوچھا۔

”بھائی سلیمان۔ یہ بتاؤ کہ شربت روح افزا کی کیا خصوصیات ہوتی ہیں۔“ — عمران نے پوچھا۔

”خصوصیات کیا ہوتی ہیں۔ میٹھا ہوتا ہے۔ ٹھنڈا ہوتا ہے اور بس۔“ — سلیمان نے جواب دیا۔

”اور چائے کی کیا خصوصیات ہوتی ہیں۔ بھائی سلیمان۔“ عمران نے پوچھا۔ جیسے اس کا اندر دلو لے رہا ہو۔

”چائے میٹھی ہوتی ہے اور گرم ہوتی ہے۔“ — سلیمان نے بڑے سنجیدہ لمبے میں جواب دیا۔

”تو بھائی میں شربت روح افزا سے ناشتہ کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ اسے تم پی جاؤ اور میرے لئے چائے لے آؤ۔“ — عمران نے بھی

عمران نے جواب دیا۔

”تو پھر تم نے اخبار نہیں دیکھا۔ خواہ خواہ ہی ہرمانہ بھر دیا۔ آج تو شکر گڑھ کے متعلق شہر سرخی لگی ہوئی ہے“۔۔۔۔۔ سلطان نے کہا۔

”مجھے کیا پڑی ہے کہ میں شکر گڑھ کی خبریں پڑھ کر ہرمانہ بھروں۔ میں تو ضرورت رشتہ کے اشتہارات دیکھ رہا تھا۔ ایک اشتہار مجھے پسند آیا ہے محترمہ آنکھوں سے اندھی ہیں۔ ظاہر ہے اس طرح میری بد صورتی اس سے چھپی رہے گی۔ کانوں سے بہری ہیں اس طرح میں جو سنہرے وعدے کروں گا وہ اسے سنائی ہی نہیں دیں گے اس لئے وہ مجھے بعد میں یاد نہ دلا سکے گی۔ زبان سے گو گئی ہیں۔ فرمائشوں سے جان چھوٹی۔ ٹانگوں سے لنگڑی ہیں۔ کلب، سینما اور شاپنگ پر جانے سے ری۔ عمر پچاس سال سے اوپر ہے ظاہر ہے دخت عقل ہو گی۔ سینٹ کی بچت ہو جائے گی۔ آج کل دیے بھی شرم میں سینٹ کی قلت ہے اس لئے پختہ مکان کے ساتھ ساتھ پختہ عقل کی بیوی بھی ایک نعمت ہے“۔۔۔۔۔ عمران نے اشتہار میں دی گئی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

”عمران بیٹے میں بچہ سنجیدہ ہوں۔ تم پہلے وہ خبر پڑھو۔ دو ہزار افراد ہلاک ہو چکے ہیں“۔۔۔۔۔ سلطان نے اپنے لمبے کو انتہائی سنجیدہ بناتے ہوئے کہا کیونکہ انہیں تو معلوم تھا کہ عمران کی باتوں کا چرخہ اسی طرح چلتا رہے گا۔

”معاف کرنا جناب یہاں عمران بیٹا نہیں رہتا۔ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ضرور رہتا ہے۔ رائگ نمبر“۔۔۔۔۔ عمران نے حسب عادت پنہری سے اترتے ہوئے کہا۔

”اچھا بھئی اچھا۔ مسٹر علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) صاحب کیا تم نے آج کا اخبار دیکھا ہے“۔۔۔۔۔ سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”جی ضرور دیکھا ہے اور اس دیکھنے کی یاداش میں ابھی ابھی سلیمان کو دس ہزار روپے ادا کرنے پڑ گئے ہیں“۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”دس ہزار روپے اخبار دیکھنے کے۔ کیا مطلب میں سمجھا نہیں“۔۔۔۔۔ سلطان کے لمبے میں حیرت کا عنصر نمایاں تھا۔

”آپ اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک آپ سلیمان کو اپنا یاد دہانی نہ بنالیں۔ اخبار دیکھنے میں چائے تین بار ٹھنڈی ہوئی اور ہرمانہ مبلغ دس ہزار روپے بھرنے کے بعد شرم، روح افزا کی بجائے چائے چینی نصیب ہوئی ہے“۔۔۔۔۔ عمران نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر سلطان بے اختیار ہنس پڑے۔

”خوب“ اچھا ہرمانہ ہے۔ بھی ایسا یاد دہانی تمہیں ہی مبارک ہو مجھ سے اتنا ہرمانہ نہ بھرا جا سکے گا۔ اچھا اخبار میں شکر گڑھ کے متعلق خبر دیکھی ہے تم نے“۔۔۔۔۔ سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”شکر گڑھ۔ کیوں کیا ہوا۔ کیا وہاں شکر کی قلت پیدا ہو گئی ہے“۔

مگر صبح بستی کے افراد بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور مردوں سمیت ہلاک پائے گئے۔ بستی میں موجود سینکڑوں مویشی بھی ہلاک ہو گئے۔ بستی کے کچے کچے مکان زمین بوس ہو گئے۔ ارد گرد کے تمام ورخت بھی گر چکے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے رات کو کسی وقت اس بستی پر طاقور بم مارا گیا ہو یا پھر زبردست زلزلے سے یہ تباہی ہوئی ہو مگر محکمہ موسمیات اور محکمہ دفاع کے مطابق نہ ہی وہاں کوئی بم بلاست ہوا اور نہ ہی زلزلہ یا طوفان آیا ہے۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ تمام جانداروں کے کانوں سے خون نکلنے کی علامات دیکھی گئی ہیں۔ خبر میں تفصیل تو بہت زیادہ تھی مگر عمران کے مطلب یکی چند پوائنٹ تھے۔ مردہ افراد اور گرے ہوئے مکانوں کے فوٹو بھی موجود تھے۔ عمران نے ایک بار پھر یہ حیرت انگیز خبر پڑھی اور بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اسے یہ بات سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ نہ زلزلہ آیا نہ بم پھٹا نہ طوفان آیا۔ پھر یہ بستی کیسے تباہ ہو گئی۔ یہ سب لوگ یکایک کیسے ہلاک ہو گئے اور پھر انسان تو ایک طرف مویشی بھی ایک زندہ نہیں بچا۔ آخر یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ابھی وہ اس بارے میں سوچ رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔ عمران سمجھ گیا کہ سرسلطان کا فون ہو گا۔

”بس عمران سپکنگ“۔۔۔ اس بار عمران درحقیقت سنجیدہ تھا۔

”خبر پڑھی“۔۔۔ دوسری طرف سے سرسلطان نے پوچھا۔

”ہاں جناب پڑھ لی ہے۔ مگر یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ اپنے آپ تو

”دو ہزار افراد۔ اس اندھے“ کانے، بہرے اور لنگڑے رشتے کے لئے خدا کی پناہ۔ میں باز آیا ایسے رشتے سے“۔۔۔ عمران نے زسیور چھوڑ کر دونوں کان پکڑ لئے اور زسیور ایک دھماکے سے میز پر گر گیا۔

”ارے ارے یہ زسیور بھی ڈر کے مارے گر پڑا ہے۔ ٹھیک ہے جناب آپ کی مہربانی آپ نے بروقت مجھے مطلع کر دیا ورنہ میں ابھی درخواست بھیجنے والا تھا“۔۔۔ عمران نے دوبارہ زسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

”تم اس وقت سنجیدہ نہیں ہو۔ میں تھوڑی دیر بعد فون کروں گا۔ تم اس دوران خبر دیکھ لو۔ صدر مملکت نے اس بارے میں میٹنگ طلب کی ہے اور تھمس بحیثیت ایکسٹو اس میں شامل ہونا ہو گا۔“ سرسلطان نے استثنائی سنجیدگی سے کہا اور رابطہ ختم ہو گیا۔

”صدر مملکت نے میٹنگ طلب کر لی ہے“۔۔۔ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا اور پھر زسیور رکھ کر اس نے دوبارہ اخبار اٹھا لیا۔ واقعی اس نے یہ خبر نہیں پڑھی تھی اور پھر اس کی نظریں اخبار کی شہ سرخی پر جم گئیں۔ ”شکر گزہ میں دو ہزار افراد کی پراسرار موت“۔۔۔ پوری بستی تباہ ہو گئی ایک جاندار بھی زندہ نہیں بچا۔ یہ سرخیاں تھیں اور پھر عمران کی نظریں تیزی سے خبر پر پھیلی چلی گئیں۔ تفصیل کے مطابق شکر گزہ ایک سرحدی بستی ہے جہاں دو ہزار کے قریب افراد بستے تھے رات کو وہ سب افراد صبح سلامت سوئے

اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔ عمران نے بھی رسیور رکھا اور چند لمحے سوچنے کے بعد وہ اٹھ کر لباس تبدیل کرنے کے لئے ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔

سب کچھ ہوتا ناممکن ہے۔ ضرور کوئی تخریبی کارروائی ہوئی ہے۔“  
عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”ماہرن نے وہاں مکمل تحقیقات کی ہے۔ ان کی رپورٹ کے مطابق کسی قسم کی تخریبی کارروائی کے کوئی آثار نہیں ہیں اور نہ ہی کسی کو علم ہے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا ہے۔“۔۔۔ سرسلطان نے بھی انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”حیرت انگیز بات ہے کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ اسرائیل فرشتے سے غلطی ہو گئی ہو اور اس نے اس بستی پر صور پھونک دیا ہو۔“۔۔۔ عمران نے کہا اور اچانک اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

”مذاق مت کرو عمران یہ بچہ سنجیدہ معاملہ ہے۔ دو ہزار افراد کی ہلاکت کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ صدر مملکت نے سہ پہر کو اس سلسلے میں ایک ہنگامی میٹنگ کال کی ہے۔ میں پہلی کاپیڑ کے ذریعہ موقعہ پر جا رہا ہوں میرے خیال میں تم بھی چلو تو زیادہ بہتر رہے گا۔۔۔۔۔ سرسلطان نے کہا۔

”ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔ مگر ٹھہریے۔ شاید غلطی مجھ سے ہوئی ہے۔ کاش میں سلیمان کو دس ہزار روپے نہ دیتا تو دو ہزار افراد نہ مرتے اب مجھے کیا معلوم تھا کہ پانچ روپے فی آدمی کا بھاد چل رہا ہے آج کل۔۔۔۔۔ عمران کا ذہن ایک بار پھر ہنسی سے اتر گیا۔

”تم تیار ہو کر میری کوٹھی پر آ جاؤ میں تمہارا منتظر ہوں۔“  
سرسلطان نے عمران کو موضوع سے ہٹکتے دیکھ کر جلدی سے کہا اور

وہی۔ کار کی اگلی سیٹ پر دو فوجی افسر موجود تھے جبکہ پچھلی نشست پر بھی دو فوجی افسروں کے درمیان ایک گھنے سر اور طوطے کی ناک والا بوڑھا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ ایک ایک فرد کا چہرہ دیکھنے کے بعد سپاہی نے ہرج بھجادی۔

”کوڈ“ — سپاہی نے ٹارچ جیب میں ڈالتے ہوئے سخت لمبے میں پوچھا۔

”آپریشن شکر گڑھ“ — ڈرائیور نے سمیرا لیمے میں جواب دیا۔  
 ”کوڈ غلط ہے صحیح کوڈ بتاؤ ورنہ ابھی فائر کھول دیا جائے گا“۔ سپاہی نے پہلے سے زیادہ تلخ لیمے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کا سرخ ڈرائیور کی طرف کر دیا۔

”آپریشن شکر گڑھ صحیح کوڈ ہے۔ راستہ چھوڑ دو“ — ڈرائیور نے جواب دیا۔

”او کے سر“ — سپاہی نے اس بار مودبانہ لیمے میں جواب دیا اور سیلوٹ مار کر پیچھے ہٹ گیا۔ کار ریلتی ہوئی آگے بڑھی اور پھر عمارت کے پورچ میں جا کر رک گئی۔ عمارت کے اندر موجود سپاہیوں نے سیلوٹ مارا اور مختلف سمتوں سے سپاہیوں نے آگے بڑھ کر کار کے دروازے کھول دیے۔ کار میں موجود تمام افراد باہر آ گئے۔ ڈرائیور باہر نکل کر تیزی سے کار کی ڈیگی کی طرف آیا۔ اس نے ڈیگی کھولی اور اس میں سے ایک بڑی سی مشین جس پر چڑے کا غلاف چڑھا ہوا تھا باہر نکالی۔ دو سپاہی آگے بڑھے اور انہوں نے مشین سنبھالی اور پھر

بین الاقوامی سرحد سے تھوڑی دور ایک چھوٹی سی عمارت کے گرد اس وقت زبردست فوجی پہرہ تھا۔ ملٹری کے مسلح سپاہیوں نے عمارت کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ عمارت مکمل تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ عمارت کے گیٹ پر دو سپاہی ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے چوکنے کھڑے ہوئے تھے کہ دور سے ایک کار کا ہیولا سا نظر آیا۔ کار کی بتیاں بھی ہوئی تھی اور وہ آہستہ آہستہ ریلتی ہوئی عمارت کی طرف بڑھی چلی آ رہی تھی۔ کار کو دیکھ کر سپاہی اور بھی زیادہ چوکنے اور مستعد ہو گئے اور انہوں نے مشین گنیں ہاتھوں میں لے لیں۔ کار آہستہ آہستہ چلتی ہوئی گیٹ کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ کار کی چھوٹی بتیاں تین بار مخصوص انداز میں جلیں اور پھر بجھ گئیں۔ ایک سپاہی تیزی سے کار کی طرف بڑھا اس نے جیب سے ایک طاقتور ٹارچ نکال کر روشن کی اور کار میں موجود افراد کے چروں پر لائٹ ڈالنی شروع کر

وہ سب عمارت کے ایک کمرے میں داخل ہوئے گئے۔ کمرے کے اندر روشنی قہی البتہ کڑکیوں اور دروازوں پر سیاہ رنگ کے پردے لگے ہوئے ایک افسر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں سر“ افسر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”اوکے“ گنجے نے کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر شیشی پر مبنی ہوئی تھیں۔ کار سے اترنے والے میڑھیاں چڑھ کر چھت پر موجود ایک سرخ رنگ کا بن دیا دیا۔ بن دیتے ہی شیشی میں زبردست گئے۔ یہاں پہلے سے دس بارہ مسلح افراد موجود تھے اور ایک ٹرائی حصہ بھی موجود تھی۔ سپاہیوں نے شیشی اس ٹرائی کے قریب جا کر رکھ دی تھی۔ گنجے آدی نے جو ساہ لباس میں تھا شیشی پر سے چڑے کا غلاف اتار کر اور پھر سپاہیوں کو شیشی اٹھانے کے لئے کہا۔ سپاہیوں نے شیشی اٹھائی اور پھر گنجے نے شیشی کا نچلا حصہ ٹرائی کے اوپر فٹ کر دیا۔ اب شیشی ٹرائی میں فٹ ہو چکی تھی۔ کار سے اترنے والے باقی افسر مودبانہ انداز میں پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ گنجے نے شیشی کا ہینڈل دبا کر شیشی کو اوپر نیچے کیا اور پھر ایک مخصوص زاویے پر اسے روک کر اس نے شیشی کا بن دیا دیا۔ شیشی پر موجود مختلف ڈائل روشن ہو گئے اور ان پر موجود سوئیاں تیزی سے حرکت کرنے لگیں۔ گنجا آدی ان ڈائلوں کو دیکھ کر ایک بار پھر شیشی کو سیٹ کرنے لگا اور پھر اس نے ایک مخصوص زاویے پر شیشی کو فٹ کر کے اس کا ایک اور بن دیا دیا۔ اس بن کے دیتے ہی شیشی پر موجود ایک بڑا سا ڈائل روشن ہو گیا۔ اس پر سرخ رنگ کی سوئی موجود تھی اور ایک نیم دائرے کی شکل میں نمبر موجود تھے۔

”آپریشن مکمل ہو گیا ہے۔ شکر گزہ پر قیامت ٹوٹ چکی ہے۔“ گنجے نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اوو۔ حیرت انگیز۔ اگر واقعی ایسا ہو چکا ہے تو یقین جانیے پروفسر آپ نے اپنے ملک کو ناقابل تخیل بنا دیا ہے۔“ افسر نے مسرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس نے سپاہیوں کو اشارہ کیا اور سپاہیوں نے شیشی پر غلاف چڑھایا اور پھر شیشی کو ٹرائی سے نیچے اتار کر میڑھیاں اترنے چلے گئے۔



”آئیے پروفیسر۔ صبح تک شکر گڑھ کی مکمل رپورٹ مل جائے گی۔“ افسر نے مودبانہ لہجے میں سمجھے سے مخاطب ہو کر کہا۔  
 ”ہاں چلیے صبح اس کی مکمل رپورٹ مجھے مل جانی چاہئے۔ میں نے اس سلسلے میں وزیراعظم کو رپورٹ کرنی ہے۔“ پروفیسر نے کہا اور پھر وہ افسروں کے ساتھ بیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ مشین کار کی ڈبکی میں رکھ دی گئی تھی۔ پروفیسر کار میں سوار ہو گیا اور کار جس طرح اندھیرے میں ریختی ہوئی آئی تھی اسی طرح واپس چلی گئی۔ چاروں طرف مکمل سکوت چھایا ہوا گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے کائنات نے سانس لینا بند کر دیا ہو مگر وہاں سے دس بارہ میل دور شکر گڑھ پر خوفناک قیامت ٹوٹ چکی تھی۔ وہ ہزار افراد ایک لمحے میں لقمہ اجل بن چکے تھے۔

بیلی کاہنر کے زمین پر اترتے ہی مسلح سپاہیوں نے اسے گھیر لیا۔ پھر جب بیلی کاہنر سے سرسلطان اور عمران باہر آئے تو کئی اعلیٰ افسران سرسلطان کی طرف لپکے۔ انہوں نے سرسلطان کو گھیرے میں لے لیا۔ عمران کی طرف کسی نے توجہ نہ دی اور عمران خاموشی سے ایک طرف کھسک گیا۔ ہر طرف مسلح سپاہی اور فوجی بکھرے ہوئے تھے۔ مکانوں کا لمبہ ہٹا ہوا کران میں سے لاشیں نکالی جا رہی تھیں اور برآمد ہونے والی لاشیں ایک میدان میں رکھ کر ان پر سرخ کبیل ڈالے جا رہے تھے۔ عمران اتنی ہولناک تباہی دیکھ کر ایک لمحے کے لئے لرز گیا۔ اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ تباہی اتنی شدید ہوگی چونکہ سپاہیوں نے اسے بیلی کاہنر سے اترتے دیکھ لیا تھا اس لئے اسے کسی نے نہ روکا عمران لمبے کے اندر گھس کر ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنے لگا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے تمام مکانوں کو دھکا دے کر نیچے گرا دیا ہو۔

”ہاں۔ مجرموں نے زبردست درندگی کا ثبوت دیا ہے۔“ عمران نے بھی استغاثی بنجیدہ لمبے میں جواب دیا۔

”مجرموں نے کیا مطلب کیا انہیں قتل کیا گیا ہے۔“ سرسلطان نے چونک کر عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ ایک باقاعدہ سازش کے تحت اور میں مجرموں سے اس کا یہ انتقام لوں گا کہ ان کی آنے والی سلیس صدیوں تک پناہ مانگتی رہیں گی۔“ عمران کے لمبے میں بھرپور انتقام کروٹیں لے رہا تھا۔

”اس بہتی پر کوئی نئی سائنسی ایجاد آزمائی گئی ہے۔ ایسی ایجاد جو استغاثی خوفناک ہے اور جہاں تک میرا آئیڈیا ہے اس سازش کا منع سرحد پار کا علاقہ ہے۔ آپ نے شاید محسوس نہیں کیا کہ تمام دکان اور پورخت ایسے رخ پر گرے ہیں جیسے سرحد کی طرف سے انہیں دھکا دیا گیا ہو۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ ہاں۔ اب مجھے خیال آ رہا ہے۔ یقیناً ایسا ہی ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ تمام افراد لمبے میں دب کر ہلاک ہوئے ہیں۔“ سرسلطان نے کہا۔

”نہیں۔ یہی تو حیرت انگیز بات ہے کہ لمبے میں دبنے سے زیادہ افراد کی موت واقع نہیں ہوئی۔ میں نے ایک بچے کی لاش دیکھی ہے جس پر لمبے میں دبنے کے آثار نہیں ہیں اور پھر لمبے میں دبنے کے بعد ایک وقت تمام افراد ہلاک نہیں ہو سکتے۔ کچھ ہلاک ہو جاتے کچھ زخمی ہو جاتے۔“ عمران نے دلیل دیتے ہوئے کہا۔

اس نے ایک لاش سے کھل بٹایا اور اسے جھک کر غور سے دیکھنے لگا۔ یہ ایک معصوم بچے کی لاش تھی جس کے چہرے پر ابھی بھی مسکراہٹ موجود تھی مگر اس کے دل کی حرکت رک گئی تھی۔ اس بچے پر لمبے میں دبنے کے کوئی آثار نہ تھے۔ بچے کے دونوں کانوں سے خون کی چند بوندیں رس کر باہر آگئی تھیں۔ عمران کافی دیر تک غور سے لاش کو دیکھتا رہا پھر ایک طویل سانس لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پورے علاقے کا راؤنڈ لگا کر عمران اس طرف آگیا جہاں سرسلطان افسروں کے قریب کھڑے تھے۔ افسران اس حادثے کے بارے میں اپنی اپنی رائے دے رہے تھے۔ عمران خاموشی سے ان کے قریب آ کر رک گیا۔ اس کی آنکھوں میں گہری سوچ و پچار کے آثار نمایاں تھے۔

”اس کی کھل رپورٹ شام سے پہلے پہلے میرے پاس پہنچ جانی چاہئے تاکہ صدر مملکت کو تفصیل سے اس حادثے کے بارے میں بتایا جاسکے۔“ سرسلطان نے ایک فوجی افسر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بہتر جناب۔“ افسر نے موہانہ لمبے میں جواب دیا۔

”واپس چلیں۔“ سرسلطان نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔“ عمران نے مختصر سا جواب دیا اور سرسلطان مڑ کر پہلی گاڑی کی طرف چل پڑے۔ عمران ان کے پیچھے تھا۔ چند لمحوں بعد ان کا پہلی گاڑی فضا میں بلند ہو گیا۔

”بہت ہولناک حادثہ ہے۔“ سرسلطان نے جھرمجری لیتے ہوئے کہا۔

نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”اوہ کیا ہوا وہاں۔ کیا کوئی طاقتور بم مارا گیا ہے؟“ — بلیک زیرو نے پوچھا۔

”نہیں۔ ایسے کوئی آثار وہاں موجود نہیں ہیں۔ کچھ اور ہی ہوا ہے۔ اور کیا ہوا ہے اس سلسلے میں معلوم کرنا پڑے گا۔“ — عمران نے بدستور سنجیدہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر موجود ٹرانسمیٹر پر ایک فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنی شروع کر دی۔ فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے کے بعد اس نے اسے آن کر دیا۔

”ناٹران سپکنگ۔ اور۔“ — چند لمحوں بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ایکسٹو۔ اور۔“ — عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

”نہیں سر۔ اور۔“ — دوسری طرف سے لہجہ مزید مودبانہ ہو گیا۔

”شکر گڑھ کے قریب سرحدی پٹی پر کوئی خلاف معمول حرکت کی رپورٹ تو تمہارے سامنے نہیں آئی۔ اور۔“ — عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”تو سر۔ ابھی تک تو کوئی رپورٹ نہیں ملی۔ اور۔“ — دوسری طرف سے جواب ملا۔

”شکر گڑھ کی سرحدی پٹی پر تمہارے کتنے ایجنٹ موجود ہیں۔

”ہوں۔ ٹھیک ہے۔ بہر حال رپورٹ آنے کے بعد ہی صحیح پتہ چلا گا۔“ — سر سلطان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس دوران بلیک کاہن سر سلطان کی کوششی کے لان میں اتر گیا۔

”اب مجھے اجازت دیجئے میں اس سلسلے میں اپنے طور پر کچھ تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔“ — عمران نے کہا۔

”ہاں۔ ٹھیک ہے مگر پانچ بجے صدر مملکت کی میٹنگ میں پہنچ جانا۔ بطور ایکسٹو۔“ — سر سلطان نے کہا۔

”ٹھیک ہے پانچ جاؤں گا۔“ — عمران نے کہا اور پھر تیزی سے پورچ میں کھڑی اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار تیز رفتاری سے سڑکوں پر بھاگتی چلی جا رہی تھی اس کا رخ دانش منزل کی طرف تھا۔ عمران کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ شکر گڑھ کی ہولناک جہانی ابھی تک اس کے ذہن پر سوار تھی۔ دانش منزل کے گیٹ پر اس نے کار روکی اور پھر اتر کر گیٹ پر موجود مخصوص جہن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد گیٹ کھلتا چلا گیا۔ عمران کا اندر لے گیا اور پھر کار کو پورچ میں روک کر وہ سیدھا آپریشن روم کی طرف بڑھ گیا۔

”عمران صاحب صدر مملکت نے شام پانچ بجے ہنگامی میٹنگ طلب کی ہے۔ شکر گڑھ کی ہولناک جہانی کے سلسلے میں۔“ — آپریشن روم میں موجود بلیک زیرو نے عمران کے اندر داخل ہوتے ہی اسے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”مجھے معلوم ہے۔ میں شکر گڑھ سے ہی آ رہا ہوں۔“ — عمران

”ہاں۔ میرا خیال ہے اور اگر ایسا ہوا ہے تو پھر ہمیں فوری طور پر اس کا سدباب کرنا چاہئے کیونکہ شکر گڑھ کے بعد دارالحکومت کا بھی نمبر آسکتا ہے۔“ — عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”ہاں۔ یہ درست ہے۔“ — بلیک زیرو نے کہا اور عمران نے آنکھیں بند کر کے کرسی کی پشت سے سر ٹکا دیا۔

اور۔“ — عمران نے سوال کیا۔

”وہاں دو ایجنٹ کام کر رہے ہیں سر۔ اور۔“ — دوسری طرف سے جواب ملا۔

”انہیں کنکٹ کرو اور گزشتہ رات وہاں ہونے والی کوئی خلاف معمول حرکت کی تفصیلی رپورٹ حاصل کرو۔ اور۔“ — عمران نے کہا۔

”ییس سر۔ لیکن کس سلسلے میں سر اگر مجھے تفصیل معلوم ہو جائے تو میں زیادہ تفصیلی رپورٹ حاصل کر سکتا ہوں۔ اور۔“ — دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”گزشتہ رات شکر گڑھ کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ دو ہزار افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ پوری ہستی تباہ ہو چکی ہے اور خیال ہے کہ ایسا سرحدی پٹی کی دوسری طرف سے کیا گیا ہے۔ اور۔“ — عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ میں فوراً اس پر کام شروع کر دیتا ہوں سر۔ اور۔“ — دوسری طرف سے بولنے والے نے چونک کر کہا۔

”اوکے دو گھنٹے کے اندر اندر مجھے تفصیلی رپورٹ مل جانی چاہئے۔ اور اینڈ آل۔“ — عمران نے جواب دیا اور پھر ٹرانسمیٹر کا جمن آف کر دیا۔

”کیا آپ کا خیال ہے کہ ایسا دشمن ملک کی طرف سے کیا گیا ہے۔“ — بلیک زیرو نے پوچھا۔

سرسلطان نے کھڑے ہو کر شکر گڑھ کے واقعات پر مشتمل تفصیلی رپورٹ پیش کی جس کا لب لباب یہ تھا کہ یہ واقعہ انتہائی پر اسرار ہے۔ ماہرین نے اس سلسلے میں مکمل طور پر لاعلمی کا اظہار کیا تھا کہ اس واقعہ کے پیش آنے کے اصل اسباب کیا ہیں۔

”حیرت انگیز بات ہے کہ ایک بستی کے دو ہزار افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ پوری بستی تباہ ہو چکی ہے اس کے باوجود ماہرین یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ ہولناک واقعہ کیسے پیش آیا“ — صدر مملکت نے قدرے حیرانگی میں کہا۔

”یقیناً یہ حیرت انگیز بات ہے مگر ماہرین سروژ کو شش کے باوجود اس کے بنیادی اسباب معلوم نہیں کر سکے۔ بہر حال ابھی تک تحقیق جاری ہے“ — سرسلطان نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مسٹر ایکسٹو آپ کا اس واقعہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟“  
صدر مملکت نے اس بار ایکسٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جناب۔ جہاں تک میری تحقیق کا تعلق ہے یہ واقعہ ہمارے ہمسایہ ملک کافرستان کی سازش کا نتیجہ ہے“ — عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں جواب دیا اور اس کی بات سن کر تمام آفیسروں اچھلے جیسے ان کے سروں پر بم پھٹ پڑا ہو۔

”آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں سوچ سمجھ کر کہہ رہے ہیں؟“ — سیکرٹری وزارت دفاع نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

مینٹک ہال پر گھمبیر خاموشی طاری تھی۔ صدر مملکت کسی بھی لمحے ہال میں پہنچنے والے تھے۔ تمام وزارتوں کے سیکرٹری اور فٹری کے اعلیٰ ترین افسران کے علاوہ ایک طرف ایکسٹو بھی اپنے مخصوص نقاب میں موجود تھا۔ ہال کی دیواروں کے ساتھ مسلح فوجی سپاہی موجود تھے۔ ایکسٹو کی کرسی کے پیچھے دو خصوصی گارڈ موجود تھے۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور صدر مملکت بڑے باوقار انداز میں اندر داخل ہوئے۔ ہال میں موجود تمام افراد ان کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے مگر ایکسٹو اسی طرح کرسی پر بیٹھا رہا۔ وہ ایک خصوصی حکم کے تحت کسی بھی شخصیت کے استقبال کے لئے کھڑے ہونے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ ایسا اس لئے کیا گیا تھا تاکہ ایکسٹو کا وقار اور دہدہ تمام پر قائم رہے۔ صدر مملکت نے کرسی پر بیٹھے ہوئے اشارے سے سب کو بیٹھنے کے لئے کہا اور پھر سب ممبران کے بیٹھنے کے بعد

۳۱ یکسو کبھی بغیر حتمی نتیجے پر پہنچے کوئی بات نہیں کرتا۔ کافرستان یکسو حیلے کر رہا تھا۔

والوں نے شکر گڑھ پر اپنی ایک نئی سائنسی ایجاد آزمائی ہے۔ سرحد سے دس میل دور ایک صمغ رنگ کی عمارت ہے وہاں اسی رات پر اسرار نقل و حرکت دیکھنے میں آئی ہے۔ اس عمارت کو کافرستان کے مسلمانوں نے گھیر رکھا ہے۔ ”عمران نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ یہ تو بچہ تو رشاک بات ہے۔ ہم اسے براہ راست حملہ سمجھیں گے اور اس مسئلے کو بین الاقوامی سطح پر اٹھائیں گے۔“ صدر مملکت نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”آپ کو یہ اطلاع کیسے ملی کہ اس واقعہ میں ہمارا دشمن ملک ملوث ہے۔“

سیکرٹری وزارت دفاع نے ایک بار پھر اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کو اس کا ثبوت چاہیے۔“ ایکسٹون نے اس سے مخاطب ہوئے ہوئے کہا۔

”پاکل جناب۔ اس طرح براہ راست میری وزارت طوط ہوتی ہے۔ ملٹری انٹیلی جنس کی تحقیق کے مطابق ایسی کوئی بات نہیں اور پھر سیکرٹری کی پشت سے لگاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

میں نے اس سے کہا کہ "ہیئرڈ اپ" خبردار کوئی حرکت کی۔ گارڈ کا قہرہ ہم بن کر چورے ہل پر گرنا اور نہ صرف سیکوریٹی وزارت و دفاع بلکہ باقی تمام بحریہ بھی اضطراری طور پر اٹھ کھڑے ہوئے۔

اور ایکسٹو کے ساتھ اس کی پہلی میٹنگ تھی اس لئے وہ بڑھ چڑھ کر

ایزیاں رگڑتے ہوئے سیکرٹری نے رک رک کر کہا اور پھر وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ ایکسٹو کی کرسی کے سامنے آنے والی شیشے کی دیوار ایک بار پھر فرش میں غائب ہو گئی۔

”یہ دشمن ملک کا ایجنٹ تھا جناب صدر“۔ ایکسٹو نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا اور اس کی بات سن کر تمام آفیسر بڑے ڈھیلے سے انداز میں کرسیوں پر دوبارہ گر گئے۔

”کیا یہ سیکرٹری کی جگہ دوسرا آدمی ہے“۔ صدر مملکت نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

”نہیں جناب۔ یہ اصل سیکرٹری ہے۔ یہ بذات خود دشمن ملک کا ایجنٹ تھا اور اسی بات سے آپ کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے دفاعی نظام کی کون سی چیز دشمن سے خفیہ ہو گئی“۔ ایکسٹو نے جواب دیا۔

”ویری بیڈ۔ یہ تو خوفناک تباہی کی دلیل ہے مگر اس کا گذشتہ ریکارڈ تو بالکل بے داغ تھا۔ پھر یہ“۔ صدر مملکت نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”انسانی ضمیر کو جکتے دیر نہیں لگتی سر“۔ ایکسٹو نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ہمیں فوری طور پر اپنے دفاعی نظام میں بنیادی تبدیلیاں کرنی ہوں گی“۔ صدر مملکت نے کہا۔

”لیں سر۔ یہ انتہائی ضروری ہے“۔ ایکسٹو نے جواب دیا۔

ہوئے کہا۔

”منسٹر ایکسٹو“۔ صدر مملکت نے بھی تلخ لہجے میں کچھ چاہا مگر اسی لمحے گاڑو نے جھپٹ کر مگن سیکرٹری کی گردن میں ڈالی پھرتی سے اسے پلٹ کر فرش پر پھینک دیا۔ پھر اس سے پہلے سیکرٹری فرش سے اٹھتا گاڑو نے پھرتی سے اس کی جیب میں ہاتھ ا کر ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر نکال لیا۔ ٹیپ ریکارڈر نکلنے ہی سیکرٹری سے اٹھا اور اس نے اپنے ایک ہاتھ کو زور سے جھٹکا۔ اس آستین میں سے ایک زہریلی سوئی نکل کر اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ کے پیچھے پروں کا تیرہنا ہوا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ کوئی سمجھتا سیکرٹری کے ہاتھ نے بجلی کی سی تیزی سے حرکت کی اور زہریلی سوئی اڑتی ہی ایکسٹو کی طرف بڑھی مگر اس سے پہلے کہ سوئی ایکسٹو تک پہنچا ایکسٹو نے کرسی کے ہتھ کو زور سے دبا دیا اور دوسرے لمحے شیشے ایک دیوار سر کی آواز نکالتی ہوئی فرش سے نکل کر چھت تک پہنچا اور زہریلی سوئی اس شیشے کی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر پڑی۔ یہ سہ کچھ پلک جھپکنے میں ہو گیا اور سب حیرت زدہ انداز میں بت بنے دیکھ رہے گئے۔ اسی لمحے ہال میں موجود دیگر گاڑو بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئے اور انہوں نے سیکرٹری کو گھیرے میں لے لیا۔ اچانک سیکرٹری فرش پر گرا اور بری طرح ترپنے لگا اس کے منہ سے بے رنگ کی جھاگ نکلنے لگی۔

”ہم شکر گزہ کی طرح تمہارے پورے ملک کو چاہ کر دیں گے“۔

اختیارات حاصل ہوں گے۔ مینگ برخواست۔۔۔ صدر مملکت نے کہا اور پھر اٹھ کر چلے گئے اور اس کے ساتھ ہی مینگ ختم ہو گئی۔

”مگر آپ کو اس پر شک کیسے ہوا۔ اگر آپ اس سلسلے میں پہلے سے واقف تھے تو آپ کو پہلے ہمیں مطلع کر دینا چاہئے تھا۔“ صدر مملکت نے ایکسٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔

”سر۔ مجھے بھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ یہ دشمن کا ایجنٹ ہے۔ اس مینگ میں آنے سے قبل میں نے اپنے محکمہ کے ایجنٹوں سے مینگ میں شریک ہونے والے تمام آفسر کے متعلق انکوائری کرائی تھی۔ مینگ سے چند لمبے قبل مجھے اطلاع ملی کہ سیکرٹری وزارت دفاع نے گزشتہ رات دو ایسے آدمیوں سے خفیہ ملاقات کی تھی جو مشکوک تھے۔ پھر جب سیکرٹری نے جہاں اعتراضات شروع کئے اور میری تحقیق کا رخ پلٹنے کی کوشش کی تو مجھے یقین ہو گیا۔“ ایکسٹو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اس دوران سیکرٹری کی لاش کو اٹھا کر باہر لے جایا گیا تھا۔ وہ زہر لی سوئی بھی اٹھائی گئی تھی۔

”تو یہ ثابت ہو گیا ہے کہ شکر گڑھ کا واقعہ کافرستان کی سازش کا نتیجہ ہے۔ مگر یہ کیسے ہوا اور آئندہ ایسے واقعات نہیں ہوں گے۔ اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔“ صدر مملکت نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”ہمیں اس کا فوری سدباب کرنا پڑے گا ورنہ جس طری سیکرٹری نے مرتے وقت دھمکی دی ہے اس ایجاد کا آئندہ نشانہ براہ راست دارالحکومت بھی ہو سکتا ہے۔“ ایکسٹو نے جواب دیا۔

”تو ٹھیک ہے۔ میں یہ کیس براہ راست آپ کے سپرد کرتا ہوں آپ اس سلسلے میں جو مناسب سمجھیں کریں آپ کو ہر طرح کے



مگر وہ آپریشن میں حصہ لیا تھا۔ وہ سب اپنی اپنی جگہوں پر بت بنے تھے۔ ان سب کو وزیراعظم کی آمد کا انتظار تھا۔ چند لمحوں بعد ہال دوائس کوٹے میں بنے ہوئے فولادی دروازے کے اوپر سبز رنگ کا پتہ لگا دیا اور سب افراد چلے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھولا اور وزیراعظم اپنے پی اے کے ہمراہ اندر داخل ہوئے۔ تمام افراد کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے۔ وزیراعظم نے اپنی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وزیراعظم کے بیٹھے ہی مینٹگ کا ردوائی شروع کر دی گئی۔ وزیراعظم سے دوائس ہاتھ چلی کرسی پر موجود ایک قوی ہیکل اور بڑی بڑی مونچھوں والا شخص کھڑا ہو گیا۔ یہ ایک حکمہ کا ڈائریکٹر تھا جس کے تحت دفاعی ایجادات ہوتی تھیں۔ اس نے اپنے سامنے رکھی ہوئی فائل کھولی اور کہنے لگا۔

”سرب آپ کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوگی کہ پروفیسر مارش کی ایجاد میڈلس ایس ڈبلیو کا تجربہ انتہائی کامیاب رہا ہے اور شکر گڑھ کی دو ہزار آبادی ایک لمحے کے اندر ختم ہو گئی ہے۔ اب میری درخواست ہے کہ اسے وسیع پیمانے پر استعمال کیا جائے۔ یہ ایجاد ہمارے ملک کی سب سے اہم اور بنیادی دفاعی ایجاد ثابت ہوگی اور اس کے استعمال سے ہم دشمن ملک کی پوری آبادی کا بغیر ہاتھ پیر ہلائے خاتمہ کر سکتے ہیں۔“

”دوبری گڈ۔ پروفیسر مارش کی اس ایجاد پر پورا ملک ان کا مشکور ہو گا اور ملک کی آئندہ تاریخ میں ان کا نام سنہرے حروف سے لکھا جائے گا۔“

یہ ایک کافی بڑا ہال تھا جس میں نیم دائرے کی صورت میں ایک بڑی سی میز موجود تھی۔ اس میز کے گرد دس کرسیاں تھیں جن میں سے نو کرسیوں پر مختلف افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک کرسی جو میز کے درمیان میں رکھی ہوئی تھی خالی تھی۔ ہال کے باہر ہر طرف مسلح سپاہی پھیلے ہوئے تھے اور زبردست حفاظتی اقدامات کئے گئے تھے۔ ہال مکمل طور پر ساؤنڈ پروف تھا اور اس کے گرد ایسا انتظام کیا گیا تھا کہ اس میں ہونے والی کارروائی کو نہ ہی ٹرانسمٹ کیا جاسکتا تھا اور نہ ہی ریکارڈ کیا جاسکتا تھا۔ یہ کافرستان کے پرائم منسٹر کا خصوصی مینٹگ ہال تھا۔ جب کوئی اہم اور خفیہ فیصلہ کیا جاتا تو اسی ہال کو استعمال کیا جاتا تھا۔ اس وقت بھی ہال میں وزارت دفاع کے اعلیٰ افسران سیکرٹ سروس کا چیف ڈائریکٹر اٹلیٹی جنس اور ملٹری اٹلیٹی جنس کے سربراہ موجود تھے۔ ایک کرسی پر سر سے منجھا اور طوطے کی ناک والا پروفیسر موجود تھا جس نے

جواب دیا۔

”مگر رمانند چوٹی تو بھد وشار گزار ہے اور وہاں ہر وقت برقیلہ طوفان آتے رہتے ہیں۔ کیا ایس ایس ڈبلیو کی وہاں تنصیب، حفاظت اور کارکردگی ٹھیک رہے گی؟“ — وزیراعظم نے پوچھا۔

”ہیں سر۔ انہی خصوصیات کی بنا پر ماہرین نے اس چوٹی کا انتخاب کیا ہے۔ وہاں یہ ہر طرح سے محفوظ ہوگی اور اس کی زد میں پاکیشیا کا ایک ایک چپہ آجائے گا۔ ماہرین نے اس کی تنصیب اور حفاظت کے متعلق مکمل رپورٹ مرتب کر لی ہے اور پروفیسر مارٹن بھی اس رپورٹ سے متفق ہیں۔“ — ڈائریکٹر نے جواب دیا اور گلاس کے ساتھ ہی ایک سرخ رنگ کی فائل جس پر نیلے رنگ سے ایس ایس ڈبلیو لکھا ہوا تھا کھول کر وزیراعظم کے سامنے رکھ دی۔ وزیراعظم نے فائل کا مطالعہ شروع کر دیا اور تقریباً پندرہ منٹ تک اس کا مطالعہ کرنے کے بعد جب اس نے سر اٹھایا تو اس کا چہرے مسرت سے گھٹا ہو رہا تھا۔

”دیری گڈ۔ اس رپورٹ کو دیکھنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ایس ایس ڈبلیو کی تنصیب کے بعد ہمارا ملک نہ صرف قابلِ تسخیر ہو جائے گا بلکہ ایک وسیع علاقے پر فوجی برتری حاصل ہو جائے گی۔ ٹھیک ہے میں اس منصوبے کی اجازت دیتا ہوں۔“ — وزیراعظم نے جواب دیا اور میٹنگ میں موجود تمام افراد کے چہرے مسرت سے کھل اٹھے۔ اس کے ساتھ ہی وزیراعظم نے فائل کے آخر میں نوٹ لکھ کر دھتلا کر دیئے۔

گا۔ — وزیراعظم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو۔ سر۔“ — پروفیسر مارٹن نے اٹھ کر خوشی سے بھرا لہجے میں کہا۔

”کیا اس سلسلے میں کوئی رپورٹ مرتب کی ہے کہ اس ایجاد کو وہاں پر کیسے استعمال کیا جاسکتا ہے؟“ — وزیراعظم نے ڈائریکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہیں سر۔ ماہرین نے اس سلسلے میں رپورٹ مرتب کر لی ہے پاکیشیا کے دفاعی نظام کو سامنے رکھ کر ماہرین نے یہ رائے دی ہے کہ ایس ایس ڈبلیو کو اگر کوہِ ہمالیہ کی چوٹی رمانند پر فٹ کر دیا جائے تو اس کی ریخ بہت بڑھ جائے گی اور اس کی ریخ میں پاکیشیا کا مکمل دفاعی نظام آجائے گا اور ہم جب چاہیں اس کے ذریعے سے مطلوبہ ٹارگٹ خاتمہ کر سکتے ہیں۔“ — ڈائریکٹر نے جواب دیا۔

”شکر گزہ کے بارے میں پاکیشیا نے کیا تحقیقات کی ہے؟“ — وزیراعظم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”پاکیشیا کے ماہرین اس ایجاد کا پتہ نہیں چلا سکے البتہ وہاں کی سیکرٹ سروس کے ہاتھوں ہمارا ایک اہم مہم ختم ہو گیا ہے۔ ایکسٹہ اس سلسلے میں مشکوک ہو چکا ہے مگر اس سے پہلے کہ وہ اس ایجاد کا فارمولا سمجھ کر اس کا کوئی توڑ نکالیں ہم اسے رمانند چوٹی پر نصب کر دیں اس طرح یہ ایجاد ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے گی اور پاکیشیا کے سیکرٹ ایجنٹوں کا وہاں تک پہنچنا ناممکن ہو جائے گا۔“ — ڈائریکٹر نے

”اس کی حفاظت کی تمام تر ذمہ داری ملٹری اٹیلی جنس، سیکرٹ سروس اور اٹیلی جنس پر عائد ہوگی۔ اس پہاڑی کو صرف دفاع کے لئے مخصوص کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ سمجھے اس بات کے بھی پابند ہوں گے کہ اس کے متعلق دشمن ملک کے ایجنٹ کچھ نہ جان سکیں اور انہیں کسی صورت میں پہاڑی کے پاس نہ پہنچے دیا جائے۔“  
وزیر اعظم نے جواب دیا۔

”سر۔ بس پاکیشیا کی سیکرٹ سروس سے ہمیں خطرہ لاحق ہو سکتا ہے کہ وہ اس منصوبے کی تہ تک نہ پہنچ جائے۔ اس سلسلے میں ہمیں یقین ہے کہ ہمارے ملک کی سیکرٹ سروس مثبت اقدام کرے گی۔“  
ڈائریکٹر نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں جناب۔ پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کو اس کی ہوا بھی نہ لگ سکے گی اور نہ ہی وہ اس سلسلے میں کوئی اقدام کر سکے گی۔ میں نے پورے سمجھے کو پہلے ہی چکنا کر دیا ہے۔“ سیکرٹ سروس کے چیف نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ بس یہ منصوبہ طے ہو گیا ہے۔ اس کی تنصیب زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے میں ہو جائے۔ اس کی تنصیب کی رپورٹ کے بعد ہم پاکیشیا کو کھٹے ٹینک کا چیلنج دے دیں گے اور اس وقت شکر گڑھ کی ذمہ داری بھی ہم قبول کر لیں گے۔“ وزیر اعظم نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے احترام میں سب افراد اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر وزیر اعظم کے چلنے کے بعد میٹنگ برخاست ہو گئی۔

دانش منزل کے ہال میں اس وقت سیکرٹ سروس کے تمام ممبران دو تھے۔ ایکسٹو نے ان سب کو ہنگامی صورت حال کے لئے طلب لیا تھا۔ ایسا صرف اس وقت کیا جاتا تھا جب کوئی خصوصی کیس ہو لے سب ممبران بیدار تھے۔ ان ممبران میں عمران موجود تھا وہ آپس میں کسی نے کیس کے بارے میں رائے زنی کر رہے تھے۔ دیوار میں نصب ٹرانسمیٹر کا بلب جلنے بجھنے لگا۔ جولیا نے اٹھ کر میز کاٹن آن کر دیا۔

”ہیلو ممبران۔ اس وقت ہمارا ملک ایک انتہائی نازک صورت حال میں ہے۔ ہمارے ہمسایہ ملک کافرستان نے ایک ایسی سائنسی فٹکار کی ہے جو اپنے ٹارگٹ میں رہنے والے افراد کو آنا فٹا ہلاک دیتی ہے اور اس ٹارگٹ میں موجود تمام عمارات تباہ ہو جاتی ہیں۔ فٹکاروں دشمن نے ہماری سرحدی بستی شکر گڑھ کو اس ایجاد کا

نشانہ بنایا۔ انہوں نے بین الاقوامی سرحد سے دس میل دور رہ کر اپنا  
ایجاد کا تجربہ کیا جس کے نتیجے میں ہماری سرحدی بستی شکر گڑھ کی طرح  
عمارت ایک لخت تپا ہوا گئیں۔ دو ہزار افراد ہلاک ہو گئے اور سینکڑوں  
کی تعداد میں موتیں ختم ہو گئے حتیٰ کہ شکر گڑھ میں اور اس کے

گرد کے علاقے میں موجود تمام درخت بھی جڑ سے اکڑ گئے۔ ان  
معلوم ہوا ہے کہ وہ اس ایجاد کا وسیع پیمانے پر تجربہ کرنے والے  
اور ظاہر ہے اس کا ٹارگٹ ہمارا ملک ہی ہو گا۔ اگر انہوں نے ایسا  
تجربہ کیا تو ہمارا ملک ہولناک تباہی سے دوچار ہو جائے گا۔ اس  
سے ملک کو بچانے کے لئے ضروری ہے کہ نہ صرف اس ایجاد کا  
کریا جائے بلکہ ایسی ایجاد کرنے والے سائنس دان کا بھی خاتمہ کر  
جائے۔ چنانچہ میں نے اس سلسلے میں تمام پروگرام مرتب کر لئے ہیں

آپ سب کو کافرستان میں کام کرنا پڑے گا۔ ٹیم کی راہنمائی  
کرے گا۔ آپ لوگ آج رات بارہ بجے تک تیار ہو جائیں۔ ایک  
بیکش جہاز آپ کو دشمن کی سرحد کے اندر اتار دے گا۔ آپ سر  
نے پیراشوٹس کے ذریعے نیچے جانا ہے اور عمران کافرستان  
دارالحکومت میں آپ سے پہلے موجود ہو گا۔ وہ وہاں آپ کے ساتھ  
خود ہی رابطہ قائم کرے گا۔ کوئی سوال؟۔ ایکسٹو نے اے۔  
مخصوص لیے میں انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”سر۔ کیا ہم مسافروں کے بھیجیں میں براہ راست دارالحکومت  
نہیں پہنچ سکتے۔“ صفدر نے پوچھا۔

شعبے کی طرف تھا جہاں کسٹم اور امیگریشن کے حکام مسافروں کے سامنے اور ان کے کانڈات کی چیکنگ میں مصروف تھے۔ عمران بھی قطار میں کھڑا ہو گیا۔ اس کی تیز نظریں پورے ہال کا جائزہ لے رہی تھیں۔ مسافر آہستہ آہستہ کھٹکتے چلے جا رہے تھے۔ عمران جب کاؤنٹر پر پہنچا تو اس نے اپنا بریف کیس بڑے اطمینان سے کسٹم کاؤنٹر پر رکھ دیا اور کوٹ کی جیب سے پاسپورٹ اور دیگر کانڈات نکال کر کاؤنٹر پر کمرے ہوئے شخص کے حوالے کر دیئے اور خود کاؤنٹر پر انگلیاں بجانے میں مصروف ہو گیا۔ کاؤنٹر پر کمرے ہوئے شخص نے بڑی عقابلی نظروں سے عمران کا جائزہ لیا اور پھر اس کے کانڈات دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ چند لمحوں تک کانڈات کو بغور دیکھنے کے بعد اس نے اس پر کلیئرس کی مہریں لگائیں اور کانڈات خاموشی سے عمران کی طرف کھسکا دیئے۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کانڈات سیٹے اور کسٹم کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا جہاں اس کے بریف کیس کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرنے کے بعد اسے کلیئر کر دیا گیا۔ عمران بریف کیس اٹھا کر ہال سے باہر آ گیا۔ اب اس کا رخ ٹیکسی سٹینڈ کی طرف تھا۔ جیسے ہی وہ ٹیکسی سٹینڈ کے قریب پہنچا ایک ٹیکسی قطار میں سے نکل کر اس کے پاس آگئی۔

”براؤ وے ہوٹل چلو“ — عمران نے خالصتاً امریکن لہجے میں کہا اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھادی۔

عمران کا فرسٹانی ایئر لائن کے جیٹ جہاز کی فرسٹ کلاس میں ایک سیٹ پر بیٹھا بڑے اطمینان سے ایک امریکی رسالے کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ اس وقت وہ تھا بھی امریکی پریذیڈنٹ کے روپ میں آنکھوں پر سنہرے رنگ کی نفیس عینک لگائے اور انتہائی ماڈرن انداز میں تراشے گئے سوٹ میں ملبوس بے بیحد وجہہ لگ رہا تھا۔ اس ساتھ والی سیٹ خالی تھی اس لئے وہ اطمینان سے رسالے کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ اتنے میں پائلٹ کبین سے چند ہی گڑھ ایئر پورٹ پہنچنے کا اعلان کیا گیا۔ عمران نے چونک کر رسالہ دیکھ میں رکھا اور ہیلٹ باندھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد جہاز کا فرسٹ کلاس کے دارالحکومت چند گڑھ کے بین الاقوامی ایئر پورٹ پر اتر گیا۔ جہاز رکنے کے بعد عمرا نے ریک پر رکھا ہوا بریف کیس اٹھایا اور اپنے تلوے قدم اٹھا بیڑھیاں اتر گیا۔ دوسرے مسافروں کی طرح اس کا رخ بھی کلیئرنگ

ہو گیا۔ غیر ملکی ہونے کی وجہ سے اسے فوری طور پر کمرہ الاٹ کر دیا گیا۔ مور پھر چند لمحوں بعد وہ ہوٹل کی دسویں منزل کے بارہویں کمرے میں موجود تھا۔ کمرے کا دروازہ بند کرنے کے بعد عمران نے بریف کیس کو مخصوص انداز میں کھولا اور اس کے خفیہ خانے میں سے گائیگر نکال کر اس نے کمرے کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ کمرہ محفوظ تھا چنانچہ اس نے اطمینان سے گائیگر دوبارہ بریف کیس میں بند کیا اور پھر غسل خانے میں نہلن کر گیا۔ غسل کر کے اور کپڑے بدلنے کے بعد اس نے کمرے میں ہی کھانا منگوا کر کھایا اور پھر آرام کرنے کے لئے بستر پر لیٹ گیا۔ عمران کو اچھی طرح علم تھا کہ کسی نہ کسی انداز میں اس کی نگرانی جاری ہو گی اس لئے وہ نگرانی کرنے والوں کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ وہ ان کا محبوب آدمی نہیں ہے۔ کافی دیر تک آنکھیں بند کئے لیئے رہنے کے بعد اس نے بڑی آہستگی سے قریب پڑے ہوئے بریف کیس کو اپنی طرف کھسکایا اور اس کے لاک کی سائیز کو مخصوص انداز میں دبا۔ اس لاک میں انتہائی طاقتور مگر چھوٹا سا ٹرانسیٹر چھپا ہوا تھا۔ لاک کو مخصوص انداز میں دباتے ہی لاک میں سے زون زون کی آوازیں نکلنے لگیں۔

”ہیلو۔ ٹائزن اسپکنگ۔ اور۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک ہوانہ آواز ابھری وہ ایک خصوصی کوڈ میں بات کر رہا تھا۔  
 ”عمران اسپکنگ۔ اور۔۔۔۔۔ عمران نے اپنے اصل لہجے میں زاپ دیا لیکن کوڈ وہی تھا۔

”براؤ وے ہوٹل شریفوں کے رہنے کی جگہ نہیں ہے سر۔“ ٹیکسی ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم فکر نہ کرو میں بھی شریف نہیں ہوں۔“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

”سر۔ میرا نام جوگو ہے۔ باس آپ سے ٹیلی فون پر بات کریں گے۔ کوڈ شکاگو یونیورسٹی ہو گا۔۔۔۔۔ اس بار ڈرائیور نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”او کے۔ مگر ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ کیا تم نظروں میں آپکے ہو۔“ عمران نے بیک مرمر نکالیں جاتے ہوئے کہا۔

”ایسی بات پہلے تو کبھی نہیں ہوئی مگر ہو سکتا ہے کہ ان کو شک پڑ گیا ہو کیونکہ گزشتہ ایک ہفتے سے ان کی سرگرمیاں بہت تیز ہو گئی ہیں۔“ ٹیکسی ڈرائیور نے جواب دیا۔ یہ ایکسٹرو کے فارن آفس کا ایجنٹ تھا اور عمران نے چونکہ اپنے آنے کی اطلاع انچارج کو پہلے ہی دے دی تھی اس لئے جوگو ایئر پورٹ پر موجود تھا۔

”پھر سر کیا ان سے پیچھا چھڑایا جائے۔“ جوگو نے پوچھا۔  
 ”نہیں۔ اس طرح یہ زیادہ مشکوک ہو جائیں گے تم سیدھے ہوٹل

براؤ وے چلو۔“ عمران نے جواب دیا تو جوگو نے سر ہلا دیا۔  
 تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ایک عظیم الشان ہوٹل کے مین گیٹ میں داخل ہو گئی۔ عمران نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر جوگو کے حوالے کر دیا اور پھر بریف کیس اٹھائے بڑے اطمینان سے چلتا ہوا ہوٹل میں داخل

”آپ بخیریت پہنچ گئے ہیں سر۔ اور۔۔۔“ نازان نے پوچھا۔ ”اہم دفاعی فوجی چھاؤنی بھی موجود ہے۔ اور۔۔۔“ نازان نے سیکرٹ سروس کے فارن آفس کا انچارج تھا۔

”تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا واقعی سب خیریت ہے۔ اور۔۔۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”آپ کی نگرانی جاری ہے عمران صاحب اس لئے میں نے آپ کو اس کا چہرے غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا اور پھر اس نیلی فون نہیں کیا تھا۔ اور۔۔۔“ نازان نے جواب دیا۔

”کرنے دو نگرانی۔ میرا کیا جاتا ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ تازہ ترین رپورٹ ہوئی۔ عمران نے پھرتی سے ٹرانسمیٹر بند کیا اور پھر اٹھ کر آیا ہے۔ اور۔۔۔“ عمران نے بڑی لاپرواہی سے پوچھا۔

”مجھے بڑی مشکل سے ایک اطلاع ملی ہے کہ جس ایجنڈا کو شکرمن میں ریوالور پکڑے انتہائی تیزی سے اندر گھس آئے۔ انہوں پر آزمایا گیا ہے اسے ایس ایس ڈبلیو کہا جاتا ہے اور اس کو پروفیسر عمران کو ریوالوروں سے کور کر رکھا تھا اور ان کی نظریں انتہائی مارنن نے ایجنڈا کیا ہے اور سب سے اہم اطلاع یہ ہے کہ اس ایجنڈا سے کمرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

”وسیع پیمانے پر استعمال کرنے کے لئے اسے کوہ ہمالیہ کی سب سے اونچے پہاڑ پر نصب کیا گیا ہے۔ اور۔۔۔“ نازان نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔“ واقعی یہ انتہائی اہم اطلاع ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جتنی فوجی قوت ہے وہ ٹرانسمیٹر۔۔۔۔۔ ان میں سے ایک نے معاملات ہمارے تصور سے کہیں زیادہ اہم اور نازک ہیں۔ اور۔۔۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”نہیں سر۔ اور سر مجھے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ وہ عقیب الہیویں۔۔۔۔۔ عمران نے برا سامنے ہاتھ بٹے ہوئے کہا۔

ایس ڈبلیو کا وسیع پیمانے پر تجربہ کرنے والے ہیں اور اس سلسلے میں شہسوہ۔ کمرے کی اچھی طرح تلاش کی۔۔۔۔۔ انچارج نے عمران انہوں نے ہمارے ملک کے سرحدی شہر جوشان کو منتخب کیا ہے جہاں سب سے زیادہ خطرہ ہے۔

سمجھ رکھا ہے۔ میں اکیڑے یا کا ایک معزز شہری ہوں۔۔۔۔۔ عمارت میں نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے یہاں زانیہ نہیں ہے۔“ احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

”خاموش کھڑے رہو۔ ہمارا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے۔ اس شخص کی جامد تلاشی لو۔“۔۔۔ انچارج نے کہا اور شامو نے عمران ہر مشکوک آدمی کو چیک کر سکتے ہیں۔“۔۔۔ انچارج نے عمر کو خوشی یعنی شروع کر دی۔

ڈانٹتے ہوئے کہا۔  
 ”کیا تمہاری سلیکٹ سہو س کا یہی کام ہے کہ سوئے ہوئے آٹے مجھے کسی زنا شیر کا کوئی علم نہیں“ — عمران نے اس بار بڑے

چیک کرتی پھرے۔ اگر کوئی خواب میں بڑھوے تو تم اسے زانیہ سمجھو میں کہا مگر اس کی بات کا کسی نے جواب نہ دیا۔  
سمجھ لیتے ہو۔ کہاں سے تمہارا افسر میری اس سے بات کراؤ؟۔۔۔ نہیں ہے جناب۔۔۔۔۔ شامو نے کہا۔

”اگر تم اسی طرح بولتے رہے تو ہو سکتا ہے کہ تم باس نکالے ہوئے لہجے میں کما اور پھر وہ میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف سے کور کرو میں باس کو ٹیلی فون کرتا ہوں۔“۔۔۔۔۔ انچارج نے

سلامت نہ پہنچ سکو۔ اگر خاموش رہے تو تمہاری یہ حسرت بھی تینے اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر گھمائے اور پھر رابطہ کر دی جائے گی۔۔۔۔۔ انچارج نے طنزیہ لہجے میں کہا اور عملاً ہی ہوئی کہا۔

اس کی بات سن کر دانستہ خاموش رہنے کا فیصلہ کر لیا تاکہ وہ سروس کے پاس تک پہنچ جائے اس سلسلے میں اس نے فوری

کے ایک منصوبہ بھی بنایا۔ شامو نے پورا کرہ ٹولنے کے بعد اس کا ہونے بجے میں کہا۔

کیس چک کرنا شروع کر دیا مگر بریف کیس کی تکنیک اس کی سمجھنے سے ہو سکتا ہے۔ چینگ مشین غلط نہیں دے سکتی۔ اچھی طرح

”یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ٹرانسپیر نہ ہو۔ ٹرانسپیر کال چیکنگ۔ دوسری طرف سے ایک سخت آواز سنائی دی اور باہر تھی اس لئے تھوڑی دیر بعد اس نے ناکامی کا اعلان کر دیا۔“



کی آواز پہچان لی تھی۔ شامگل کے ساتھ وہ کئی بار کھرا چکا تھا اور بچہ کھٹکھٹ میں تبدیل ہو گئے تو اس نے یہ راکھ اور بریف کیس کے تالے اس نے اسے زک دی تھی۔

”سرہم نے پوری چھان بین کر لی ہے“ — انہارج نے جواب دیا۔ اس کے تمام آثار مٹا دیئے اور جب سے رومال نکال کر اس کے ہر وہ ممکن جگہ جہاں اس کے ہاتھ لگے تھے اچھی طرح صاف کر دیا۔

”چھا۔ ٹھیک ہے معذرت کر کے واپس آ جاؤ“ — شامگل نے اسے خطرہ تھا کہ کیس شامگل اس کی انگلیوں کے نشانات سے اس کی اصلیت تک نہ پہنچ جائے۔ اچھی طرح مطمئن ہونے کے بعد اس نے

”ہم معذرت خواہ ہیں جناب۔ واقعی ہماری رپورٹ غلط تھی۔“ دروازہ کھول کر باہر راہداری میں جھانکا۔ راہداری خالی پڑی ہوئی انہارج نے معذرت خواہ لہجے میں کہا اور پھر اپنے آدمیوں کو باہر نکلے۔ وہ تیزی سے باہر نکل آیا اور تیز قدم اٹھاتا سیڑھیوں کی طرف کا اشارہ کرتے ہوئے تیزی سے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ ان کے پیچھے چلا گیا۔ سیڑھیاں اتر کر وہ چلی منزل پر آیا اور پھر اس نے اپنا جانے کے بعد عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے دروازہ بند کر دیا۔ اب بجائے نیچے جانے کے وہ راہداری کے آخری حصے دیا۔ وہ شامگل کو اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اتنی آسانی سے مطمئن ہو کر طرف بڑھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ گمرانی کرنے والے نیچے ہال میں والوں میں سے نہیں ہے اس لئے وہ یقیناً اس کی مکمل گمرانی کرانے چھوڑے ہوں گے اس لئے اس نے نیچے جانے سے گریز کیا۔ وہ پسے بھی اس لئے اس نے گمرانی کرنے والوں کو فوری طور پر جل دینے کا فیصلہ کر لیا۔ آخر میں آگ بجھانے والی کسکڑ کے لئے مخصوص سیڑھیاں بنی کر لیا۔ یہ فیصلہ کرتے ہی وہ تیزی سے غسل خانے میں گھس گیا اور غسل کر لیا۔ اب وہ مقامی آدمی کے کمرے میں اس نے جیب سے تار نکال کر بڑی پھرتی سے اس کا دروازہ روپ میں تھا۔ بریف کیس سے کپڑوں کا دوسرا جوڑا نکالنے کے بعد کھولا اور پھر تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس نے اس کی خفیہ ترہ سے دو چھوٹے چھوٹے آلات نکال کر جیب میں چھپی گیا۔ یہاں ایک اور دروازہ تھا جو باہر سے بند تھا۔ اس نے اسے کھولا اور پھر بریف کیس میں موجود دیگر کپڑے اور وہ لباس جو عمران نے اسی تار سے اندر سے اس کا آئینہ لاک کھولا اور پھر اس نے پمن رکھا تھا اس بریف کیس کے اوپر نیچے رکھ کر غسل خانے کے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اب ہوٹل سے باہر ذیلی سڑک پر آ گیا کے فرش پر رکھ کر انیس آگ لگا دی۔ جب بریف کیس اور کپڑے اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اطمینان سے چلتا ہوا مین روڈ پر آ

گیا۔ چند لمحوں کے انتظار کے بعد اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

”نشا کا کالونی“۔۔۔۔۔ عمران نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے کہا اور ٹیکسی

ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ کافی دیر تک عمران

بیک مرر سے اس بات کو چیک کرتا رہا کہ اس کا تعاقب تو نہیں ہو رہا

مگر کوئی مشکوک گاڑی اسے نظر نہ آئی اور تھوڑی دیر بعد ٹیکسی نشا

کالونی پہنچ گئی۔ عمران نے ٹیکسی ایک چوک میں رکوا دی اور پھر اس

وقت تک وہیں کھڑا رہا جب تک ٹیکسی موٹر مڑ کر نظروں سے اوجھل

نہ ہو گئی۔ پھر تیز قدم اٹھاتا وہ ایک کونہی کے گیٹ پر پہنچا اور اس

نے کال ٹیل کے جٹن پر انگلی رکھ دی۔ چند لمحوں بعد چھانک کی ڈبل

کھڑکی کھلی اور ایک مسلح آدمی باہر نکل آیا۔

”ناظران سے لوگ پرندہ آگیا ہے“۔۔۔۔۔ عمران نے اس سے

مخاطب ہو کر کہا۔

”تشریف لے آئیے جناب“۔۔۔۔۔ مسلح دربان نے موڈبانہ لہجے

میں کہا اور پھر وہ عمران کو اپنے ہمراہ لئے کونہی کے اندر آگیا۔ عمران

کو ذرا اینگ روم میں بٹھانے کے بعد وہ کونہی کے اندر چلا گیا۔ چند

لمحوں بعد ایک قوی ہیکل نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ذرا اینگ روم میں

داخل ہوا اس نے تیز نظروں سے عمران کا جائزہ لیتے ہوئے قدرے

تخت لہجے میں کہا۔

”فرمائیے اس سے ملنا ہے“۔۔۔۔۔ نے والے نے کہا۔

”عمران ہوں یار۔ ہماری نرانیئرہ کال چیک ہو گئی تھی اس لئے

ٹیکس سے بھٹنا پڑا“۔۔۔۔۔ عمران نے اس بار اپنی اصل آواز میں کہا۔

”اوہ۔ عمران صاحب۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ یوں

تھکے ہیں۔“۔۔۔۔۔ آنے والے نے جو ناظران تھا مطمئن لہجے

میں جواب دیا کیونکہ عمران کی آواز اور نرانیئرہ کال کا اشارہ اسے

محسوس کرنے کے لئے کافی تھا۔

”تم فکر نہ کرو انہیں ابھی تک یہی پتہ ہو گا کہ اکیٹریمین اپنے

کمرے میں سو رہا ہے“۔۔۔۔۔ عمران نے بٹھتے ہوئے کہا۔

”اس کا مجھے یقین ہے۔ آپ اگر نہ چاہیں تو وہ آپ کی گرد بھی

حصے پا سکتے۔ آئیے آپریشن روم میں چلتے ہیں“۔۔۔۔۔ ناظران نے کہا

پھر پھر عمران کو ہمراہ لئے وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آگیا۔ ناظران

نے مین سوئیچ کی سائیڈ کو دبایا تو کمرے کی ذہنی دیوار درمیان سے ٹپٹی

چلی گئی اور وہ اس میں سے ظاہر ہونے والی سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔

سیڑھیوں کا اختتام ایک دروازے پر ہوا۔ ناظران نے دروازہ کھولا اور

وہ ایک راہداری میں آ گئے۔ یہاں ناظران ایک دروازے پر رکتا ہے

اور اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی پتی نکال کر دروازے سے نکالی

در دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

”آئیے عمران صاحب“۔۔۔۔۔ ناظران نے کہا اور عمران کو لئے اندر

داخل ہو گیا۔ یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا جس کی دیواروں کے ساتھ مختلف

قسم کی مشینیں تھیں۔ ان میں سے چند مشینوں پر پی وی سسٹیمیں

بھی موجود تھیں۔ کمرے کے درمیان میں ایک میز تھی جس کے گرد

کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ عمران ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ناثران نے بھی کرسی سنبھال لی۔

”مجھے رمانند چوٹی کا نقشہ اور پوری تفصیل بتاؤ“۔۔۔۔۔ عمران نے کرسی پر بیٹھے ہی کہا اور ناثران سر ہلاتا ہوا ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری میں سے ایک فائل نکالی اور عمران کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

”جیسے ہی مجھے اس کی اطلاع ملی تھی میں نے اس کی فائل تیار کر لی تھی۔ اس میں چوٹی کے متعلق تمام تفصیلات موجود ہیں“۔۔۔۔۔ ناثران نے کہا۔

”گڈ شو۔ عمران نے اسے شاباش دیتے ہوئے کہا اور پھر فائل کھول کر اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔

لمٹری کا خصوصی جہاز سیکرٹ سروس کے ممبران کو لئے تیزی سے کافرستان کی سرحد کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ راڈار سے نہجے کے لئے پائلٹ نے پرواز انتہائی نیچی رکھی تھی۔ سیکرٹ سروس کے ممبران مقامی آدمیوں کے مہک اپ میں تھے اور انہوں نے پشت پر ہیرا شوٹ باندھ رکھے تھے۔

”ہم دشمن کی سرحد میں داخل ہو چکے ہیں“۔۔۔۔۔ پائلٹ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ مستعد ہو کر بیٹھ گئے۔

”تم ہمیں دارالحکومت سے کتنی دور اتارو گے“۔۔۔۔۔ کیپٹن کلکیل نے پائلٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”دارالحکومت سے دو سو میل دور ایک وسیع جنگل ہے۔ اس جنگل کے درمیان ایک خالی قطعہ پر آپ اتریں گے“۔۔۔۔۔ پائلٹ نے جواب دیا اور پھر چند لمحوں بعد اس نے انہیں تیار ہونے کے لئے کہا۔

میں ایک خالی قطعہ پر موجود ہیں۔ جنگل میں سے درندوں کی خوفناک دوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کیپٹن ٹھیکل نے پیراشوٹ ایک گڑھے میں پھینکا اور پھر کوٹ کے اندر سے مٹھین گن نکال کر ہاتھ میں پکڑ لی۔ اتنے میں انہیں ایک طرف سے جولیا اور نعمانی کے ہولے اپنی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے۔

”ہیلو“۔۔۔۔۔ جولیا نے ان کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔

”ہیلو“۔۔۔۔۔ تویر نے سب سے پہلے جواب دیا۔

”اب ہمیں فوراً یہاں سے نکلنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ دشمن کے راڈار نے ہمارے جہاز کو چیک کر لیا ہو“۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا۔

”یہ اب تک تو ایسے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے بہر حال پھر بھی ہمیں چوکنا رہنا چاہئے“۔۔۔۔۔ صفدر نے جواب دیا اور پھر اس نے جیب سے ایک نقشہ نکالا اور زمین پر رکھ کر اس نے پنل ٹارچ جلا کر اس پر تعقیب کی آڑ کی اور نقشہ کو غور سے دیکھنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس نے پنل ٹارچ بجھا دی۔

”ہمیں شمال کی طرف بڑھنا ہے۔ جنگل سے نکلنے کے بعد ہم ایک بہتی تک پہنچ جائیں گے جہاں علی الصبح ہمیں دارالحکومت جانے والی گاڑی مل سکتی ہے“۔۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ چلو“۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا اور پھر وہ سب تیزی سے جنگل کی طرف بڑھ گئے۔ صفدر ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ وہ سب بید چوکنے اور محتاط نظر آ رہے تھے۔ جنگل میں داخل ہو کر انہوں نے

سب سے پہلے جولیا اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی اور دروازہ کھول کر کھڑی ہو گئی۔

”نہیں۔ گو آن“۔۔۔۔۔ پائلٹ نے کہا تو جولیا نے اندھیرے میں چھلانگ لگا دی۔ پائلٹ نے جہاز کو پکڑ دیا۔ اس دوران صفدر اٹھ کر دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ پھر پائلٹ کے اشارے پر وہ بھی نیچے کود گیا۔ اس طرح بازی باری تنویر، صدیقی، نعمانی، چوہان اور کیپٹن ٹھیکل جہاز سے نیچے کود گئے۔ کیپٹن ٹھیکل سب سے بعد میں کودا تھا۔ اس کے کودتے ہی پائلٹ نے جہاز موڑا اور واپس پاکیشیا کی سرحد کی طرف بڑھ گیا۔ نیچے کودتے ہی کیپٹن ٹھیکل کا پیراشوٹ کھل گیا اور وہ آہستہ آہستہ نیچے اترتا چلا گیا۔ باہر چونکہ گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا اس لئے باوجود کوشش کے وہ اپنے ساتھیوں کو نہ دیکھ سکا۔ تھوڑی دیر بعد ایک جھٹکے سے اس کے قدم زمین پر لگے اور وہ آگے دوڑتا چلا گیا۔ پھر رک گیا اور تیزی سے پیراشوٹ کی ڈوریاں کھولنے لگا۔

”کیپٹن ٹھیکل“۔۔۔۔۔ نزدیک سے ہی صفدر کی آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ باقی ساتھی بھیرت ہیں“۔۔۔۔۔ کیپٹن ٹھیکل نے پیراشوٹ کی ڈوریاں کھول کر اسے لپیٹنے ہوئے جواب دیا۔

”ہاں۔ تویر اور چوہان میرے ساتھ ہیں۔ باقی بھی آ جاتے ہیں۔“

صفدر نے جواب دیا۔ اب کیپٹن ٹھیکل کی آنکھیں اندھیرے سے مانوس ہو چکی تھیں اس لئے اسے صفدر، تنویر اور چوہان کے ہولے نظر آنے لگ گئے تھے۔ کیپٹن ٹھیکل نے دیکھا کہ وہ جنگل کے درمیان

مٹین گئیں ہاتھوں میں سنبھال لیں۔ درندوں کی آوازیں تو انہیں سنائی دے رہی تھیں لیکن کوئی درندہ ان کے قریب نہ آیا اور وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے چلے گئے۔

”ہمیں فوری طور پر کوئی ترکیب کرنی چاہئے ورنہ ان کا گھیرا توڑنا  
 دشمن ہو جائے گا۔“ کیپٹن ٹکلیل نے تیسرا لمحہ میں کہا۔  
 ”تمہارے ذہن میں کوئی ترکیب ہو تو بتاؤ۔“——— تو میرے قدرے  
 بڑھے لمحے میں کہا۔

”میرا خیال ہے کہ ہم کسی بائی دے کی طرف آنکھیں ہیں۔“ کیپٹن نکیل نے جواب دیا۔

”نہیں۔ اس طرف کوئی ہائی وے نہیں ہے۔ میری چھٹی حس خطرے کا الارم بجا رہی ہے۔“۔۔۔۔۔ صفدر نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”آگے بڑھتے چلو۔ بات صاف ہو جائے گی“۔۔۔ تویر نے کہا اور پھر سب نے اس کی تائید کی اور آگے بڑھتے چلے گئے۔ توہزی دور چلنے کے بعد انہیں ایک بار پھر رک جانا پڑا۔ اب روشنیاں قریب آ گئی تھیں اور اب انہیں ان روشنیوں کی حقیقت سمجھ آ گئی تھی۔

”ہم آگے بڑھ رہے ہیں۔“

میں بیڑ جا رہا ہے۔۔۔۔۔ جو یاس نے سرمے لگائے ہوئے لہجے میں کہا۔

ہاں۔ اور یہ مٹری کی پتیلیں ہیں۔ اس کا مطلب ہے انہوں نے ہمیں چیک کر لیا ہے۔۔۔۔۔ صفدر نے سپاٹ لمبے میں جواب دیا۔ یہ

خیال تھا کہ جیسے ہی چھانہ بردار باہر نکلیں گے انہیں پکڑ لیا جائے گا مگر انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ آنے والے پہلے سے پونکے ہو چکے ہیں۔ کیپٹن ٹھیکر جھگ سے درختوں کی آخری قطار سے پہلے ایک درخت کی آڑ میں رک گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر زمین سے ایک براہ راست پتھر اٹھا کر زور سے ایک طرف پھینکا۔ پتھر ایک جھاڑی میں جا لگا اور کھڑا کے کی آواز اس خاموشی میں دور تک سنائی دی۔ سامنے کھڑی ہوئی جیپ میں سے ایک آدمی تیزی سے نیچے اترا اور پھر دبے قدموں تیزی سے دوڑتا ہوا اس جھاڑی کی طرف بڑھا جہاں پتھر پھینکا گیا تھا۔ جھاڑی کے قریب آ کر اس نے ادھر ادھر غور سے دیکھا وہ جگہ چونکا اور محتاط معلوم ہو رہا تھا۔ اندھیرے کے باوجود اس کے جسم پر موجود فوجی وردی کیپٹن ٹھیکر کو صاف نظر آ رہی تھی۔ اس کا قد بت اور ذیل ڈول دیکھ کر کیپٹن ٹھیکر نے فوراً ہی ایک نیا منصوبہ بنالیا اور پھر وہ اس درخت کی آڑ سے نکل کر زمین پر رینگتا ہوا تیزی سے اس طرف کو بڑھنے لگا جدھر وہ فوجی موجود تھا۔ کیپٹن ٹھیکر نے حتی الوسع

کی وردی اتارنے لگا۔ اس نے زیادہ سے زیادہ چند لمحے لگائے اور فوج میں داخل ہوا تھا۔ اس نے دانستہ ایسا کیا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ جسم سے وردی اتار لی۔ فوجی قہر و قہر اور ڈیل ڈول میں اس کے سپاہی کیپٹن سریندر کو دیکھ سکیں۔ پھر جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا گیا کے برابر تھا اسی لئے اس نے اپنا منصوبہ بدلا تھا اور پھر اس نے چند لمحے کا ذہن یہ سوچ رہا تھا کہ وہ کس طرح اپنی شناخت کرائے کیونکہ لمحوں میں فوجی وردی اپنے کپڑوں کے اوپر پہن لی اور سر پر کیپ کے ساتھ کھڑی تھی۔ دشمن کے دھوکے میں اس پر نہ حملہ کر دیں۔ وہ مشین گن سنبھالے تیزی سے واپس مڑا۔ وہ اسی انداز میں چل رہی تھی۔ کیپٹن کیل ان سپاہیوں کو لئے آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر جب وہ عین تھا جس انداز سے آنے والے کو دیکھا تھا۔ اس کا رخ اسی جیب کے طرف تھا جہاں جلد پہنچا جہاں سیکرٹ سروس کے ممبران چھپے ہوئے تھے تو اچانک طرف تھا جہاں سے وہ فوجی اترا تھا۔

”کیا ہوا کیپٹن سریندر۔ کوئی نظر آیا؟“۔۔۔۔۔ جیب سے ایک ہاتھ جوکے تھے اس لئے ان میں سے دو اس اچانک حملے سے قابو میں نہ رہ سکے اور انہوں نے فائرنگ کی کوشش کی مگر کیپٹن کیل نے پھرتی سرگوشی ابھری۔

”ہاں۔ میں نے انہیں چپک کر لیا ہے۔ وہ چھپے ہوئے ہیں۔“۔۔۔۔۔ فوجی آلات مار کر ایک کی گمن اس کے ہاتھ سے اڑا دی جبکہ دوسرے میرے ساتھ۔۔۔۔۔ کیپٹن کیل نے حتی الوسع اپنی آواز دبا کر فائرنگ شروع کر دی۔ جسے چوہان نے کھلی کی سی تیزی سے گرا کر قابو کر لیا ہوئے کہا اور پھر اس کے کہنے پر جیب میں سے فوجی اترنے شروع ہوئے۔ دو سرے فائر نہ کر سکا۔ ادھر صفدر نے کیپٹن کیل پر چھلانگ لگا گئے۔ یہ تعداد میں پانچ تھے اور ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ جی مگر کیپٹن کیل نے بھٹائی دے کر اس کا حملہ پچایا اور اسی لمحے ”کرنل سنگھ کو آپریشن کی اطلاع دے دو“۔۔۔۔۔ ان میں سے ایک شخص نے ایک سپاہی کی گمن لات مار کر اس کے ہاتھ سے نکال دی۔ اس کی اس حرکت پر صفدر چونک کر رک گیا۔

”بعد میں دیکھا جائے گا۔ میں اس کا کریڈٹ لینا چاہتا ہوں۔“۔۔۔۔۔ کیپٹن ”صفدر۔ میں کیل ہوں۔“۔۔۔۔۔ کیپٹن کیل نے ایک سپاہی کو کیل نے جواب دیا اور پھر تیزی سے جنگل کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ فوجی ہاتھوں پر اٹھا کر نیچے پھینکتے ہوئے کہا اور صفدر پھرتی سے انہیں سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا تاکہ اس کی شناخت نہ ہو سکے۔ سرے سپاہی کی طرف بڑھ گیا جو یو لیا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سیکرٹ اور اس کی توقع کے عین مطابق پانچوں فوجی جو سپاہی تھے تیزی سے ان کے ممبران نے چند ہی لمحوں میں سپاہیوں پر قابو پا لیا مگر چونکہ اس کے پیچھے لپکے۔ کیپٹن کیل انہیں مختلف راستوں سے لے کر ایک بار فائر ہو چکا تھا اس لئے کیپٹن کیل کو خطرہ تھا کہ دوسرے فوجی

اندر نہ گھس آئیں۔

”ان کے لباس اتار کر اپنے لباسوں پر پہن لو۔ جلدی کرو میں آنے جا کر آنے والوں کو روکتا ہوں۔“۔۔۔۔۔ کیپٹن کلیک نے مشین سنبالتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے اس طرف بڑھ گیا جہر فوجی جو ان کی نظریں جنگل پر جمی ہوئی تھیں وہ ایک درخت کی آڑ میں رک گیا۔ تقریباً تین منٹ سے بھی کم عرصے میں ساتھی فوجی لباس میں ملبوس اس سے آنے لے۔

”میرا نام کیپٹن سرندر ہے۔ بس اتنا یاد رکھنا۔ چال فونی رکھنا اور میرے پیچھے چلے آؤ۔۔۔ کیپٹن کھلیل نے کہا اور پھر وہ انہیں سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

”وہ تعداد میں چندہ ہیں اور جنگل کی جنوبی سمت بھاگ گئے۔“

ہیں۔۔۔۔۔ چیپن سیل کے سرلوہیائے سبجے میں ایک اور فونی ام سے مخاطب ہو کر کہا جس کے کانڈھے پر اسے کیپٹن کے عہدے کا بیج لگے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔

”او۔ اس سلسلے میں کرتل سنگھ کو رپورٹ کرنی پڑے گی۔  
 رعنا اور تیز کردی۔ چند لمحوں بعد زراں سنگھ کا بلب خود بخود بجھ گیا۔

”اب ہمیں گھیرا جائے گا اس لئے جتنی جلد ممکن ہو سکے اس جیپ کی طرف بڑھنے لگا۔“

”میں خود کمرل کو جاکر رپورٹ کرتا ہوں۔ میں نے ان کے لیے  
 ”ہاں۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔“ کیپٹن کھیل نے کہا اور پھر اس نے

یہ لے گئے ہیں۔۔۔۔۔ لیکن خلیل نے تیز بچے میں کہا اور پھر ہلکا کر دیا۔ ایک جھکے سے چپ روک دی اور سب تیزی سے نیچے اتر کر ایک



طرف بھاگتے چلے گئے۔ انہیں دور سے روشنیاں نظر آنے لگی تھیں۔ سخت نازک صورتحال کی بنا پر سب نے اس کی تائید کی اور وہ تیزی جو انتہائی تیزی سے ان کی طرف بڑھی چلی آ رہی تھیں۔ یہ ایک وسیع لے گاؤں کی طرف بھاگنے لگے مگر گاؤں وہاں سے کافی دور تھا جبکہ پہلی میدان تھا جس میں قد آدم جھاڑیاں تھیں اور کسی گاؤں کی روشنیاں بچپان کے سر پر اڑ رہا تھا اور بچپوں کی روشنیاں نزدیک سے نزدیک ٹٹھائی نظر آ رہی تھیں۔

”میاں میدان میں تو ہم گھیر لئے جائیں گے۔“ تویر نے ادھر رہی تھیں اور انہیں لمحہ بہ لمحہ احساس ہوتا جا رہا تھا کہ وہ بچ نہیں ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”انہیں ہر حالت میں گھیر لیا جائے گا۔“

”کیا کریں پھیل کر مختلف جھاڑیوں میں چھپ جائیں۔“

”تم نے رہنمائی کے لئے کہا تھا کیپٹن فکیل۔ اب کرو رہنمائی۔“

سپاہی ہمیں ڈھونڈنے کے لئے یہاں پھیلیں۔ ان میں مل جائیں۔ بعد تویر نے منہ ہاتھ ہوئے کہا۔

”اودہ ہاں۔ ہم خواہ خواہ بھاگے جا رہے ہیں ابھی ایک راستہ موجود۔“

”نہیں۔ اس طرح ہم علیحدہ ہو کر مارے جائیں گے اور ایک۔“

”کیپٹن فکیل نے یکدم کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور اس دوسرے کی مدد نہیں کر سکیں گے۔“

”معدر نے جواب دیا۔“

”پھر آخر کیا کیا جائے۔“

”تویر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ پھر

اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا آسمان پر پہلی کاپڑ کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔

”ہماری تلاش وسیع پیمانے پر شروع ہو گئی ہے فوری طور پر کوئی حل نکالا جائے۔“

”صدیقی نے کہا۔ بچپوں کی روشنیاں اب کافی نزدیک آ چکی تھیں۔“

”میرا خیال ہے ہم اس گاؤں کی طرف بھاگیں۔ شاید وہاں کوئی بات بن جائے۔ اس میدان میں تو ہم یقیناً یا تو پکڑے جائیں گے یا گولیوں کا نشانہ بن جائیں گے۔“

”جولیا نے تجویز پیش کی اور اس

”آپ سب ایک دائرے کی صورت میں پھیل جائیں اور بچپوں کو فائرنگ کر کے روکیں میں یہاں سے نکلنے کی تزیب کرتا ہوں۔“

”کیپٹن فکیل نے سخت لمحے میں کہا۔ وہ سب تیزی سے نیم دائرے کی صورت میں پھیلتے چلے گئے۔ ابھی بچپوں اتنی نزدیک نہیں آئی تھیں کہ فائرنگ کی دوسرے آ سکیں۔ پہلی کاپڑ نے ایک پھر لگایا اور پھر نیچی پرواز کرتا ہوا ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ دوسرے لمحے پہلی کاپڑ سے مشین گن کا فائر ہوا اور گولیاں ترخڑائی ہوئی ان کے قریب سے گزرتی چلی گئیں۔ اسی لمحے کیپٹن فکیل کی مشین گن نے شعلے اگلے اور پہلی کاپڑ سے جچ بلند ہوئی اور ایک جسم قلابا بیاں کھاتا ہوا نیچے آگرا۔ پہلی کاپڑ تیزی

”بھاگ کر آؤ“۔۔۔۔۔ کیپٹن کلیل نے زور سے کہا۔ سیکرٹ سروں کے ممبران فائرنگ کرتے ہوئے تیزی سے بلی کا پڑ کی طرف چڑھنے لگے۔ جیسوں سے اترنے والے فوجی بھی مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر سیکرٹ سروں کے ممبران تیزی سے بلی کا پڑ پر چڑھنے لگے۔ سب سے پہلے توڑ اور چڑھا اور سب سے آخر میں صفدر اور کیپٹن کلیل نے بلی کا پڑ کو ایک جھکے سے فضا میں بند کیا اور پھر اسے بلندی پر لیتا چلا گیا۔ آنے والے فوجیوں نے بلی کا پڑ پر فائرنگ کی مگر بلی کا پڑ ان کی زد میں نہ آسکا اور دیکھتے ہی دیکھتے محفوظ بلندی پر پہنچ گیا۔ کیپٹن کلیل انتہائی تیز رفتاری سے بلی کا پڑ کو آگے بڑھانے لگے جا رہا تھا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ گاؤں کے اوپر سے گزرتے چلے گئے۔ صفدر نے بلی کا پڑ میں بیٹھے ہی جیب سے قطب نما اور نقشہ نکال کر گھنٹے پر رکھ لیا اور پنل مارچ کی مدد سے اسے چیک کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس نے سر اٹھایا اور کیپٹن کلیل سے کہنے لگا۔

”شمال مشرق کی سمت چلو۔ یہاں سے پچاس میل دور ریل کی پنزی گزرتی ہے وہاں سے شاید ہمیں نکل جانے کا موقع مل جائے۔“

صفدر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کسی بھی وقت لڑاکا جہاز ہمیں کوڑ کرنے کے لئے پہنچ سکتے ہیں۔“۔۔۔۔۔ کیپٹن کلیل نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بلی کا پڑ کا رخ شمال مشرق کی طرف کر دیا اور اس کی

سے اوپر اٹھنے لگی تھا کہ کیپٹن کلیل نے بجلی کی سی تیزی سے گھوم کر ایک بار پھر فائر کر دیا۔ اب اس کی مشین گن کی زد میں بلی کا پڑ کا پائلٹ آگیا اور بلی کا پڑ سے ایک بار پھر بیچ بلند ہوئی اور بلی کا پڑ ایک زبردست جھکے سے نیچے آئے لگا۔ زمین سے چند فٹ کی بلندی پر آکر بلی کا پڑ ایک بار پھر اوپر اٹھنے لگا۔ کیپٹن کلیل نے اسے اٹھنے دیکھا تو وہ تیزی سے بھاگا اور پھر اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور اب وہ بلی کا پڑ کے پیڈز سے لٹکا ہوا تھا۔ اتنے میں سیکرٹ سروں کے دوسرے ممبران نے جیسوں پر فائر کھول دیا۔ انہوں نے جیسوں کے ٹائروں کو نشانہ بنایا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جیسوں میں رک گئیں اور ان میں سے فوجی نکل نکل کر جھاڑیوں کی آڑ لینے لگے۔ کیپٹن کلیل نے تیزی سے اپنے جسم کو موڑا اور پھر وہ پیڈز پر پیر رکھ کر پائلٹ کی سیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ پائلٹ اپنی سیٹ پر بیٹھا جھوم رہا تھا اس کے پہلو سے خون نکل نکل کر نیچے گر رہا تھا۔ کیپٹن کلیل نے پائلٹ کا بازو پکڑ کر اچانک زور سے جھکا دیا اور پائلٹ سر کے بل الٹ کر نیچے فضا میں گرنا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی بلی کا پڑ تیزی سے نیچے گرنے لگا۔ چونکہ بلی کا پڑ کی بلندی کچھ زیادہ نہ تھی اس لئے خطرہ تھا کہ وہ نیچے گر کر پاش پاش ہو جائے گا۔ چنانچہ کیپٹن کلیل نے انتہائی بھرتی سے کام لیا اور پھر ابھی بلی کا پڑ زمین سے چند فٹ کی بلندی پر تھا کہ کیپٹن کلیل نے اس کا کنٹرول سنبھال لیا اور پھر خود اس نے اسے زمین پر نکا دیا۔

رفتار ممکنہ حد تک تیز کر دی۔ بلی کا پڑ خاصا بلندی پر پرواز کر رہا تھا کہ اچانک بلی کا پڑ کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور اس کے ساتھ ہی خود بخود اس کا رخ مڑتا چلا گیا۔ کیپٹن ٹکلیل نے اسے موڑنے کی بیدگوشی کی مگر وہ یہ محسوس کر کے حیرت زدہ رہ گیا کہ بلی کا پڑ کی مشینری بالکل جام ہو چکی تھی اور اب اسے موڑنا، چلانا، اوپر کرنا یا نیچے کرنا اس کے بس سے باہر ہو گیا تھا۔

”کیا ہوا۔ بلی کا پڑ کا رخ کیوں مڑ گیا ہے“ — قریب بیٹھی ہوئی جولیا نے چونک کر پوچھا۔

”اس کی مشینری جام ہو چکی ہے۔ شاید اسے ریڈیو کنٹرول کر لیا گیا ہے۔“ — کیپٹن ٹکلیل نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا اور اس کی بات سن کر سب ممبران بری طرح چونک پڑے۔ بلی کا پڑ اتنی بلندی پر تھا کہ وہ نیچے چھلانگ بھی نہیں لگا سکتے تھے اور نیچے دیے بھی گپ اندھیرا تھا۔ کچھ معلوم نہیں تھا کہ نیچے سخت زمین ہے یا کیا ہے۔ اب وہ سب بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ بلی کا پڑ تیزی سے ایک سمت اڑا چلا جا رہا تھا اور وہ بے بس بیٹھے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔

یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں دیواروں کے ساتھ مشینیں فٹ تھیں۔ درمیان میں ایک لوہے کی میز بڑی ہوئی تھی جس کے پیچھے ایک کرسی موجود تھی۔ کمرے کے درمیان ایک قوی ٹیکل نوجوان بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا اس کے چہرے پر تشویش اور پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ اچانک کمرے میں زوں زوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ نوجوان تیزی سے ایک مشین کی طرف بڑھا۔ یہ ایک جدید ترین ٹرانسمیٹر تھا اس نے اس کا ٹھن دیا اور ہیڈ فون اتر کر کانوں پر چڑھالیا۔

”میں شاگل سپیکنگ۔ اوور“ — نوجوان نے تیز لہجے میں کہا۔  
 ”نمبر سکس سپیکنگ سر۔ اوور“ — دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز ابھری۔

”رپورٹ دو۔ اوور“ — شاگل نے کرخت لہجے میں کہا۔

تھا۔ وہ چند لمحہ شکلا رہا پھر اس کے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا اور وہ تیزی سے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی طرف جھپٹا۔ اس نے رسپور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ دوسرے لمحے رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیس۔ کال ریسیرچ سنٹر“۔۔۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز ابھری۔

”شاگل سیکنگ رابرٹ سے بات کراؤ“۔۔۔ شاگل نے سخت لمبے میں کہا۔

”او کے سر۔ ہولڈ کریں“۔۔۔ نسوانی آواز نے مودبانہ لمبے میں کہا۔

”ہیس۔ رابرٹ سیکنگ باس“۔۔۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک بھاری آواز گونجی۔

”رابرٹ۔ کسی طرح معلوم کرو کہ عمران کو کال کہاں سے کی گئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ عمران ہوٹل سے نکل کر وہیں گیا ہو گا“۔ شاگل نے کہا۔

”میں کوشش کر رہا ہوں باس۔ اس کے علاوہ ایک اور اہم بات بھی سامنے آئی ہے جو انتہائی تشویشناک ہے“۔۔۔ رابرٹ نے جواب دیا۔

”وہ کون سی بات ہے“۔۔۔ شاگل نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”باس۔ ایس ایس ڈبلیو کا راز فاش ہو گیا ہے۔ عمران کی کال کو اب مکمل طور پر ڈی کوڈ کر لیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی

”سر۔ براڈوے ہوٹل کا کمرہ خالی پڑا ہے وہاں موجود گمرانی کرنے والے بھی حیران ہیں کیونکہ اس دوران ایک بھی شخص اوپر سے نیچے نہیں اترتا۔ اور“۔۔۔ نمبر سکس نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے وہ واقعی عمران ہی ہو گا۔ اس سے یہ بعید نہیں کہ وہ بیٹھے بیٹھے غائب ہو جائے۔ کاش مجھے پہلے علم ہو جاتا۔ اور“۔۔۔ شاگل نے افسوس بھرے لمبے میں کہا۔

”سر۔ ویسے حیرت ہے کہ آخر وہ کہاں چلا گیا اور کیسے چلا گیا۔ اور“۔۔۔ نمبر سکس نے کہا۔

”تم اس بات کو چھوڑو اور شہر میں گمرانی سخت کر دو۔ جو مشکوک آدمی نظر آئے اسے ہر حالت میں ہیڈ کوارٹر لے آؤ اور اچھی طرح چیک کرو اگر عمران یہاں پہنچ چکا ہے تو یقیناً سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبران بھی آگئے ہوں گے۔ اگر ان میں سے ایک بھی ہمارے ہتے چڑھ گیا تو ہم پورے گروپ کا قلع قمع کر سکیں گے۔ اور ایڈن آل“۔۔۔ شاگل نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسپیر کا بن آف کر دیا۔

”کاش یہ کوڑ ہمارے ماہرین فوری طور پر سمجھ سکتے جس میں عمران نے اپنے ساتھی سے گفتگو کی تھی۔ اس وقت عمران میرے پنجے میں پھنسا رہا ہوتا اور میں اس کی ایک ایک بوٹی اپنے ہاتھ سے علیحدہ کرتا“۔۔۔ شاگل نے ہاتھ ملتے ہوئے بڑبڑاتے ہوئے کہا مگر اب وہ بے بس تھا۔ عمران چٹکی مچھلی کی طرح اس کے ہاتھوں سے پھسل گیا

رابرٹ نے پوزیشن کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کوشش جاری رکھو۔“ شاگل نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ رابرٹ نے اس کی پریشانیوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ ٹائران کون ہے جو اتنے اہم راز تک اتنی آسانی سے پہنچ گیا ہے۔ شاگل کرسی پر بیٹھ کر کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے ٹیلی فون دوبارہ اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہی۔ آپریشن آر سنٹر۔“ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

”چیف آف سیکرٹ سروس شاگل سپیکنگ چیف آف آپریشن سے بات کراؤ۔“ شاگل نے باوقار لہجے میں کہا۔

”ہی۔ ایک منٹ ہولڈ کیجئے۔“ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”ہی چیف سپیکنگ۔“ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک کراخت آواز ابھری۔

”شاگل سپیکنگ۔“ شاگل نے کہا۔

”جی فرمائیے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”آپریشن آر کا راز افشا ہو گیا ہے۔ چیف آف پائیشیا سیکرٹ سروس نے اس کا کھوج نکال لیا ہے۔“ شاگل نے کہا۔

”اوہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایسا ناممکن ہے۔“ چیف نے بڑبڑایا۔

ٹائران نے عمران کو اطلاع دی ہے کہ جس ایجاد کو شکر گڑھ پر آزمایا گیا ہے اسے ایس ایس ڈبلیو کہا جاتا ہے اور یہ پروفیسر مارٹن کی ایجاد ہے اور یہ بھی کہ اس ایجاد کے وسیع پیمانے پر استعمال کے لئے اسے رمانند چوٹی پر نصب کیا گیا ہے۔“ رابرٹ نے جواب دیا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ ٹاپ سیکرٹ بھی افشا ہو گیا۔ یہ بہت بری خبر ہے۔ اب عمران اپنی تمام تر توانائیاں اس ایجاد کو تباہ کرنے پر صرف کر دے گا۔“ شاگل کا لہجہ بگڑا ہوا تھا۔

”ہی۔ اس کے ساتھ ساتھ جوشان آپریشن کے متعلق بھی اس ٹائران نے بتایا ہے۔“ رابرٹ نے جواب دیا۔

”اور پھر بتائی کیا رہا۔ سب راز تو دشمنوں کے ہتھے چڑھ گئے۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی کالی بھیڑ کسی اونچے عہدے پر فائز ہے۔“ شاگل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”ہی۔“ رابرٹ نے جواب دیا۔

”اب اس کال کے مرکز کا پتہ چلانا اور بھی زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔ ہمیں انتہائی تیز رفتاری سے کام کرنا پڑے گا ورنہ عمران ہمیں زبردست نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔“ شاگل نے کہا۔

”ہی۔ ہم پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن ابھی تک کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔ ہماری مشینیں کال کا مرکز جس جگہ کو دکھا رہی ہیں وہاں چٹیل میدان ہے۔ صحیح صورت حال کا اندازہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ایک بار پھر وہاں سے کال کی جائے۔“



میں بھی دشمن کے قبضے میں نہیں جانا چاہئے۔ تم اپنے  
یکشن کو ہدایت دے دو کہ چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے انہیں اٹلی  
جنس کے قبضے سے چھڑانا ہے۔“ ناثران نے توشیح زدہ لہجے میں  
کہا۔

”بہتر باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ میں نے ویسے بھی اپنے  
یکشن کو ہوشیار کر دیا ہے۔“ دوسری طرف سے جواب ملا۔  
”او کے مجھے ساتھ ساتھ رپورٹ دیتے رہنا۔“ ناثران نے  
حکم دیا اور اس کے ساتھ ہی رسیور دکھ دیا۔

”سکریٹ سروس کے ممبران کو کیسے چیک کر لیا گیا۔ کیا تم نے فوری  
طور پر کام شروع نہیں کیا تھا۔“ عمران نے ناثران سے پوچھا۔  
”میں نے یکشن کو ہدایت دے دی تھی مگر شاید ان کے حرکت میں  
تے سے پہلے وہ گھبرے میں لے لئے گئے۔“ ناثران نے  
نہ امت آمیز لہجے میں کہا۔

”اچھا۔ اب تم مجھے کوئی ایسا آدمی دو جو تمہاری نظر میں انتہائی  
ذہین، ہوشیار، چالاک اور مستعد ہو۔ میں اس کے ساتھ رہ کر رمانند  
جینی کا جائزہ لیتا چاہتا ہوں۔“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔  
”اس کے لئے میں فیصل جان کی سفارش کروں گا۔ وہ یقیناً آپ کی  
توجہات پر پورا اترے گا۔“ ناثران نے فوراً جواب دیا۔

”اس کی قائل تمہارے پاس موجود ہے۔“ عمران نے پوچھا۔  
”جی ہاں۔ میں پیش کرتا ہوں۔“ ناثران نے کہا اور پھر اٹھ کر

عمران قائل کے مطالعے میں مصروف تھا کہ اچانک میز پر پڑے  
ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ناثران نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔  
”لیس ناثران سیکنگ۔“ ناثران کا لہجہ بھر سخت تھا۔

”باس۔ مون سوئی جنگل میں سات چھاتے بردار اترے ہیں مگر جنگل  
چیک کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ ملٹری نے جنگل کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ چھاتے  
برداروں نے گھیرا توڑ دیا اور ملٹری کی ایک جیپ لے کر نکل گئے مگر  
انہیں چیک کر کے ایک بار پھر گھیر لیا گیا مگر چھاتے برداروں نے ملٹری  
کے ایک بیلے کا پڑ پر قبضہ کر کے یہ گھیرا توڑ دیا مگر یہ بیلے کا پڑ ریڈیو  
کثرت ولف تھا اس لئے ملٹری اٹلی جنس ہیڈ کوارٹر نے اسے فضا میں  
کشتیوں کر لیا اور اب وہ اسے ملٹری اٹلی جنس ہیڈ کوارٹر لا رہے ہیں۔  
دوسری طرف سے بولنے والے نے کہا۔

”اوہ۔ یہ چھاتے بردار پاکیشیا حکریٹ سروس سے متعلق ہیں انہیں

”بہتر سر۔ میں خیال رکھوں گا۔“ ناثران نے جواب دیا اور  
فرہن سر ہلاتا ہوا تیزی سے کمرے سے باہر نکلا چلا گیا۔ عمارت سے  
باہر آکر وہ چوک تک پیدل چلتا گیا پھر اس نے وہاں سے ایک خالی  
ٹیکسی لی اور ٹیکسی کو شملان کالونی چلنے کے لئے کہا۔ ٹیکسی مختلف  
سڑکوں سے ہوتی ہوئی تھوڑی دیر بعد شملان کالونی میں داخل ہو گئی۔  
عمران نے اسے ایک چوک پر روکایا اور کرایہ دے کر آگے بڑھ گیا۔  
جلد ہی وہ ایک سائیڈ پر بنی ہوئی سرخ رنگ کی کوٹھی کے گیٹ پر کھڑا  
تھا۔ کال بتل دہاتے ہی چھانک کے ذیلی کھڑکی سے ایک قوی پیکل  
نوجوان باہر نکل آیا۔

”سیاہ پرندہ۔“ عمران نے پوچھا۔

”تشریف لائیے صاحب مجھے ہیڈ کوارٹر سے اطلاع مل چکی  
ہے۔“ مگران نے مودبانہ لہجے میں کہا تو عمران کو ٹھکی کے اندر  
داخل ہو گیا۔ یہ کوٹھی وسیع و عریض رقبے پر بنی ہوئی تھی۔ کوٹھی کے  
گیٹ پر پروفیسر شام خان کے نام کی تختی موجود تھی اس لئے اس نے  
اپنا یہی نام اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔

”گیراج میں دو کاریں موجود ہیں جناب۔ یہ چابیاں ہیں۔“ مگران  
نے جب سے چابیاں نکالتے ہوئے کہا۔

”دونوں کاروں کی پٹرول ٹینکیاں بھری ہوئی ہیں۔“ عمران نے  
پوچھا۔

”جی ہاں جناب۔“ مگران نے جواب دیا۔

کمرے سے باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک فائل اٹھائے والی  
گیا۔ اس نے فائل عمران کے سامنے رکھ دی۔ عمران نے فائل کھلی  
کر سب سے پہلے فیصل جان کا فوٹو غور سے دیکھا اور پھر اس کے  
کوائف اور سابقہ تجربات کی تفصیلات پڑھنے لگا۔ پوری فائل پڑھنے  
کے بعد اس نے فائل بند کر دی۔

”ٹھیک ہے۔ یہ آدمی صحیح رہے گا۔ اب میں چتا ہوں تم اس آدمی  
کو سیشن بی سکس ٹرانسپیر دے کر میرے پاس بھیج دو۔“ عمران  
نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”آپ اب کہاں جا رہے ہیں۔“ ناثران نے پوچھا۔

”شملان کالونی میں سیکنڈ ہیڈ کوارٹر کو میں اپنا مرکز بناناؤں گا تم وہاں  
کے مگران وغیرہ کو اطلاع دے دو۔ کوڑ سیاہ پرندہ رہے گا اور سیکرٹ  
سروس کے ممبران کے متعلق جو رپورٹ ملے وہ مجھے دیں دے دیتا۔“  
عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب۔ میں ابھی سیکنڈ ہیڈ کوارٹر کے مگران کو آپ کی آمد کی  
اطلاع دے دیتا ہوں اور فیصل جان کو بھی وہیں پہنچنے کی تاکید کر دوں  
ہوں۔“ ناثران نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اس کے علاوہ مکمل طور پر ہوشیار رہنے کی ضرورت  
ہے۔ ٹرانسپیر اب صرف سیشن بی سکس ہی استعمال کرنا۔ صرف وہی  
ایسا ٹرانسپیر ہے جو یہاں چیک نہ ہو سکے گا۔“ عمران نے اسے  
مزید ہدایت دی۔



لے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور  
حرف اندر داخل ہوا۔

”وہ آدمی آیا ہے جناب“ — اس نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”لے آؤ اسے اور تم پھاٹک پر جاؤ“ — عمران نے جواب دیا  
ور جوزف سلام کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی  
ایک قوی پیکل نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کا قد چھ فٹ سے زیادہ  
تھا۔ جسم انتہائی ٹھوس اور سڈول تھا۔ چہرے مرے سے وہ انتہائی  
جیسرہ اور زہین دکھائی دے رہا تھا۔

”فیصل جان سر۔ مجھے ہاس نے آپ کے پاس آنے کا حکم دیا  
ہے“ — فیصل جان نے آتے ہی کہا۔

”پھر میں کیا کروں“ — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب  
دیا اور فیصل جان اس کا جواب سن کر حیرت زدہ انداز میں کمرے کا کھڑا  
رہ گیا۔

”او کے۔ میں ہاس کو رپورٹ کر دوں گا“ — فیصل جان نے  
چند لمحوں کے بعد کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

”سنو“ — عمران نے اسے جانا دیکھ کر آواز دی۔

”ہیس“ — فیصل جان نے قدرے غصیلے انداز میں مڑتے ہوئے  
کہا۔

”ہینٹو“ — عمران نے اس بار سنجیدگی سے کہا اور فیصل جان  
خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کیا نام ہے تمہارا“ — عمران نے پوچھا۔

”جوزف جناب“ — نگران نے جواب دیا۔

”یہ جناب کیا تمہارا نام ہے“ — عمران نے مسکراتے ہوئے  
پوچھا۔

”نہیں جناب۔ میرا نام جوزف ہے“ — نگران نے خفیف  
ہوتے ہوئے کہا۔

”اچھا جاؤ۔ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے آج سے میرا نام پروفیسر  
باشم خان ہو گا اور میں اس کو غشی کا مالک ہوں۔ سمجھے“ — عمران  
نے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب“ — جوزف نے جواب دیا۔

”ابھی ایک آدمی آئے گا۔ کوڑیہا پرندہ ہو گا اسے فوراً میرے  
پاس لے آنا“ — عمران نے اسے سمجھایا۔

”بہتر جناب۔ جوزف نے جواب دیا اور پھر مڑ کر کمرے سے باہر چلا  
گیا۔ عمران نے اس کے جاتے ہی اٹھ کر کمرے کی الماری کھولی۔ اس  
میں قسم قسم کے لباس موجود تھے۔ میک اپ کا سامان بھی موجود تھا  
چنانچہ اس نے نیا میک اپ کر کے لباس تبدیل کر لیا۔ ہیڈ کوارٹر میں  
چونکہ ہر قسم کا سامان پہلے سے موجود رہتا تھا اور عمران جب بھی  
کافرستان میں آتا تھا اسی جگہ رہتا تھا اس لئے اسے ہر چیز کے بارے  
میں بخوبی علم تھا اس نے سیکھائی نکل کر جیب میں ڈال  
لیا اور ایک ریوالور بھی منتخب کر کے جیب میں ڈال لیا۔ اب وہ کام

کراہتی پھیلی پر رکھ دیا۔

”ٹھیک ہے اسے جیب میں رکھ لو اور میرے ساتھ آؤ میں تمہارا  
میک اپ کروں۔“ — عمران نے کہا اور پھر وہ فیصل جان کو لے کر  
میک اپ روم میں آگیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ باہر نکلے تو فیصل جان  
ہاڈی گارڈ کے روپ میں تھا جبکہ عمران نے پہلا میک اپ بدل کر اس  
بار کسی ریاست کے شہزادے کا میک اپ کر لیا۔

”میں پرنس داور ہوں۔ ریاست شمالی گڑھ کا ولی عہد اور تم میرے  
ہاڈی گارڈ ہو۔“ — عمران نے فیصل جان کو ہدایات دیتے  
ہوئے کہا۔

”پرنس“ — فیصل جان نے جواب دیا۔

”رہانمند چوٹی یہاں سے کتنی دور ہے۔“ — عمران نے پوچھا۔  
”یہاں سے سڑک کے ذریعے پانچ سو میل دور ہے جبکہ ریل کے  
ذریعے فاصلہ کم ہو کر چار سو میل رہ جاتا ہے۔“ — فیصل جان نے  
جواب دیا۔

”رہانمند کی شمالی سمت ایک گاؤں ہے جہنی ہمیں اس گاؤں میں  
جانا ہو گا۔“ — عمران نے کہا اور پھر اس نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکال  
کر اس پر مخصوص فریکوئنسی سیٹ کی۔

”ہائزن اسپکنگ۔ اور۔“ — دوسری طرف سے ہائزن کی آواز  
سنائی دی۔

”سیاہ پرندہ۔ اور۔“ — عمران نے کوڑھتا ہوتے ہوئے کہا۔

”میرے متعلق تمہارے پاس نے کیا بتایا ہے۔“ — عمران نے  
پوچھا۔

”بھی کہ آپ کے ساتھ کام کروں گا۔“ — فیصل جان نے مختصر  
لفظوں میں جواب دیا۔

”کیا کام کر سکتے ہو۔“ — عمران نے پوچھا۔

”جو آپ حکم دیں۔“ — فیصل جان نے کہا۔

”تو پھر سر کے بل کھڑے ہو جاؤ۔“ — عمران نے اسے ہاتھ  
حکم دیتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے عمران بھی حیرت زدہ رہ گیا جب  
اس نے دیکھا کہ فیصل جان تیزی سے کرسی سے اٹھا اور سر کے بل  
فرش پر کھڑا ہو گیا۔

”گڈ۔ بس ٹھیک ہے اب تم دوبارہ کرسی پر بیٹھ سکتے ہو۔“ — عمران  
نے تحسین آمیز لہجے میں کہا اور فیصل جان خاموشی سے دوبارہ کرسی پر  
بیٹھ گیا۔

”مجھے تمہاری یہ فرمانبرداری سچہ پسند آئی ہے اور اب میں نے  
تمہیں اپنا ساتھی بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یقین رکھو دوست کہ میرا  
ساتھی بن کر تمہیں یقیناً خوشی ہوگی۔“ — عمران نے کہا۔

”خوشی ہو نہ ہو مجھے تو حکم کی تعمیل کرنی ہے۔“ — فیصل جان  
نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”پیش بے سکس ٹرانسمیٹر لے آئے ہو۔“ — عمران نے پوچھا۔

”نہیں پاس۔“ — فیصل جان نے کہا اور جیب سے ٹرانسمیٹر نکال

اشارہ کرتے ہوئے خود بچپلی سیٹ پر آگیا۔  
 ”جھنی کی طرف چلو“ — عمران نے کہا اور فیصل جان نے کار  
 کو خسی سے باہر نکال کر اس کا رخ ہائی وے کی طرف کر دیا۔  
 ”ہائی وے پر زبردست چینگ جاری ہے“ — فیصل جان نے  
 بچے مڑے بغیر کہا۔  
 ”تم بے فکر رہو۔ بس اتنا یاد رکھنا کہ تم پرنس شاہلی گڑھ کے پاؤں  
 مارو اور ڈرائیور ہو“ — عمران نے جواب دیا اور پھر کار کی  
 نشست پر سر نکا دیا۔

”تیس پاس۔ اوور“ — ناثران کا لہجہ یکدم مودبانہ ہو گیا۔  
 ”سکیرٹ سروس کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔ اوور“ — عمران  
 نے پوچھا۔  
 ”ابھی کوئی اطلاع نہیں ملی پاس۔ اوور“ — ناثران نے جواب  
 دیا۔  
 ”اوکے۔ میں فیصل جان کے ساتھ رمانند کے شمالی گاؤں جھنی جا  
 رہا ہوں۔ سکیرٹ سروس کے بارے میں مجھے اطلاع دیتے رہنا۔  
 اوور“ — عمران نے کہا۔  
 ”تیس پاس۔ آپ کو اطلاع ملتی رہے گی“ — ناثران نے مودبانہ  
 لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ اوور اینڈ آل“ — عمران نے کہا اور پھر ٹرانسمیٹر آف  
 کر کے جیب میں ڈالتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آیا۔ فیصل جان کا  
 انداز اب اور زیادہ مودبانہ ہو گیا تھا کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ اس  
 کا چیف پاس بھی عمران کے سامنے مودب ہو جاتا تھا۔ اس سے وہ سمجھ  
 گیا کہ عمرانی بہت اونچی شخصیت ہے۔ ابھی تک اسے عمران کے  
 اصل نام کا پتہ نہیں چلا تھا ورنہ وہ شاید اتنا حیران بھی نہ ہوتا کیونکہ  
 عمران کے افسانے ہر جگہ زبان زد عام تھے۔ عمران کمرے سے باہر نکل  
 کر سیدھا گیراج میں آیا۔ یہاں دو کاریں موجود تھیں جن میں سے  
 شیورلیٹ کا نیا ماڈل تھا اور دوسری سپورٹس کار تھی۔ عمران نے  
 شیورلیٹ فارم۔ ان سے باہر نکالی اور پھر فیصل جان کو ڈرائیونگ کا

آئیڈیا تک نہیں ہو گا اور جب تک وہ دریا کو گھیریں گے ہم وہاں سے  
بہسانی نکل سکتے ہیں۔“ کیپٹن ٹکلیل نے سب سے مخاطب ہو کر  
کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم تیار ہیں۔“ سب نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور  
پھر وہ سب اپنی اپنی نشستوں پر چوکنے اور مستند ہو کر بیٹھ گئے۔ اتنی  
بلندی سے اور اس اندھیرے میں بغیر کسی پیراشوٹ کے نیچے چھلانگ  
لگانا بظاہر ایک حماقت کے سوا کچھ نہیں تھا مگر یہ سیکرٹ سروس کے  
ممبران تھے جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندہ رہنا جانتے  
تھے اس لئے وہ سب ایک لمحے کے لئے بھی نہ جھجکے اور دریا میں  
کوونے کے لئے تیار ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد انہیں دور نیچے چاندی  
کی طرح چمکتی ہوئی ایک پٹی سی نظر آنے لگی۔

”ہوشیار۔ بلی کا پڑی رفتار“ اونچائی اور ہوا کے دباؤ کا اندازہ لگا کر  
چھلانگیں لگائی جائیں۔“ کیپٹن ٹکلیل نے انہیں سمجھاتے ہوئے  
کہا اور سب ممبران نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ بلی کا پڑی خاصی تیز  
رفتاری سے دریا کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا اور مندر سوچ رہا تھا کہ  
جس تیز رفتاری سے بلی کا پڑی اڑا جا رہا ہے اس لحاظ سے وہ بہت جلد  
دریا کی پٹی کر اس کر جائے گا اس طرح یقیناً ہمارے دو تین ساتھی دریا  
میں نہیں گریں گے اور دریا میں گرنے کے بعد تو بچ جانے کا ایک فیصد  
امکان موجود تھا مگر دوسری صورت میں تو بھیا تک موت کا تصور بھی  
لرزا دینے والا تھا۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیپٹن ٹکلیل اپنی جگہ

”ہمیں فوراً کچھ کرنا چاہئے ورنہ ہم سیدھے دشمنوں کی پکھار میں  
پہنچ جائیں گے۔“ مندر نے بے چین لہجے میں کہا۔

”مند۔ ہمارا جہاز اس وقت جنوب مغرب کی طرف جا رہا ہے۔  
نقشے پر چیک کرو کہ راستے میں کہیں دریا وغیرہ بھی پڑتا ہے۔“ کیپٹن  
ٹکلیل نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

”اوہ ہاں۔ اچھا آئیڈیا ہے۔“ مندر نے چونک کر کہا اور پھر  
اس نے پھرتی سے جب سے نقشہ کپاس اور پسل ٹارچ نکال لی۔ چند  
لمحوں تک وہ نقشہ دیکھتا رہا پھر خوشی سے بھرپور لہجے میں کہنے لگا۔  
”ٹھیک ہے صرف دس میل دور دریائے بام چر آتا ہے کافی بڑا  
دریا ہے۔“ مندر نے کہا۔

”تو سنو دوستو۔ اب یہاں سے چھٹکارے کا صرف ایک ہی راستہ  
ہے کہ ہم دریا میں کود جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ دشمنوں کو اس کا

جسم ذرا سا ٹیڑھا رکھا تھا تاکہ وہ سیدھا تہہ تک نہ چلا جائے بلکہ پانی میں گرتے ہی وہ تہہ کی طرف جانے کی بجائے آگے بڑھتا چلا جائے ورنہ اتنی بلندی سے گرنے کے بعد دریا کی تہہ کے ساتھ ٹکراتا ایک لازمی امر تھا کیونکہ وہ بہر حال دریا تھا سمندر تو نہ تھا کہ جس کی گہرائی لامحدود ہوتی۔ پانی میں گرنے کے بعد دس منٹ تک تو اس کا جسم تارپڑو کی طرح پانی میں آگے بڑھتا چلا گیا پھر وہ رک گیا اور رکتے ہی اس نے ہاتھ پیر مارے اور تیزی سے دریا کی سطح پر آگیا اور پھر اسے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ چاندی کی طرح چمکنے ہوئے پانی میں اس کے دو ساتھیوں کے سر نظر آ رہے تھے۔ پھر چند لمحوں بعد چوہان اور صدیقی کے بھی سر نظر آنے لگے۔ وہ صفدر سے کافی دور دریا کے کنارے پر جا کر ابھرے تھے۔ دریا زور شور سے بہہ رہا تھا۔ صفدر نے ہاتھ اونچا کر کے ان سب کو شمائی کنارے پر آنے کے لئے کہا اور پھر وہ تیزی سے تھماتا ہوا کنارے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جب وہ کنارے پر پہنچا تو اس نے کپٹن ٹھیکل، تویر اور جولیا کو کنارے پر کھڑے ہوئے پایا۔ تھوڑی دیر بعد صدیقی، چوہان اور نعمانی بھی پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی تھی اور وہ صحیح سلامت ۱۰ یا میں گر کر باہر آ گئے تھے۔

”یہ دریاں اتار دو اور پھر یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو کیونکہ راڈار پر ہمیں دریا میں گرتے دیکھ لیا ہو گا۔“ صفدر نے کہا اور ان سب نے اپنے لباس کے اوپر پستی ہوئی وردیاں اتار کر دریا میں پھینک دیں۔ اب وہ سب اپنے اصل لباس میں تھے۔ ان سب نے

سے اٹھا اور پھر اس کے منہ سے نکلے ہوئے دو الفاظ سنائی دیئے۔ خدا حافظ اور اس کے ساتھ ہی اس نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ اس کا ہیولہ بدوق سے نکل ہوئی گولی کی طرح زمین کی طرف اڑا جا رہا تھا۔ کپٹن ٹھیکل کے چھلانگ لگانے کے چند لمحوں بعد تویر نے چھلانگ لگا دی اور پھر نعمانی کوڈ پڑا۔ پھر صفدر نے جولیا کو اشارہ کیا اور جولیا بھی فضا میں کود گئی۔ اب بیل کا پلڑ دریا کے عین اوپر پہنچ چکا تھا۔ صفدر کو اندیشہ تھا کہ اب ایک لمحے کی دیر انہیں دریا سے سینکڑوں فٹ دور جا گرائے گی۔ بیل کا پلڑ میں صفدر کے ساتھ صدیقی اور چوہان باقی رہ گئے تھے۔

”سب اکٹھے کوڈ جاؤ۔ ریورس ڈائیو۔“ صفدر نے کہا اور پھر اس نے فضا میں چھلانگ لگا دی۔ اس نے فضا میں جاتے ہی اپنے جسم کو ایک خصوصی انداز میں قلابازی دی اور اس طرح اس کا جسم آگے جانے کی بجائے پیچھے کی طرف جانے لگا۔ اسی لمحے اس نے چوہان اور صدیقی کو بھی کوڈتے دیکھا۔ ان دونوں نے بھی ریورس ڈائیو لگائی اور صفدر نے نیچے گرتے ہوئے اطمینان کی سانس لی۔ بیل کا پلڑ دریا کر اس کر کے آگے نکل گیا تھا۔ صفدر کا جسم بدوق میں سے نکل ہوئی گولی کی طرح نیچے گرنا چلا جا رہا تھا اس نے اپنے حواس بحال رکھنے کی کوشش کی۔ چاندی کی طرح چمکتا ہوا پانی لمحہ بہ لمحہ نزدیک سے نزدیک تر آتا چلا جا رہا تھا۔ صفدر کو اطمینان تھا کہ وہ پانی میں ہی گرے گا۔ اگر وہ ریورس ڈائیو نہ لگاتا تو پھر پانی میں گرنا ناممکن تھا اور پھر ایک زبردست چھپا کے کے ساتھ وہ پانی کی تہہ میں اترتا چلا گیا۔ اس نے دانستہ اپنا

لباس اتار کر اچھی طرح نچوڑا اور دوبارہ پہن لیا جبکہ جولیا ایک بڑی جھاڑی کی آڑ میں چلی گئی۔ وہاں اس نے اپنا لباس نچوڑا اور پھر دوبارہ پہن کر اپنے ساتھیوں سے آملی۔ پھر وہ سب تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے۔ دریا کے کنارے چلتے چلتے وہ جلد ہی مچھیروں کی ایک چھوٹی سی بستی میں پہنچ گئے۔ وہاں سے انہیں ایک ٹریکٹر ٹرائی کرایہ پر مل گئی اور انہوں نے وہاں سے حاصل کی ہوئی معلومات کی بنا پر شمال کی طرف سفر شروع کر دیا۔ اس طرف ایک بڑا شہر تھا جہاں انہیں کار وغیرہ آسانی سے مل سکتی تھی۔ اب وہ مطمئن تھے کہ وہ دشمنوں کے پنجے سے نکل آئے ہیں مگر یہ ان کی خام خالی تھی۔ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ دشمن اتنا بے خبر اور لاپرواہ نہیں ہے۔

عمران کی کار تیز رفتاری سے سرکرتی ہوئی ہائی وے پر بڑھی چلی جا رہی تھی۔ فیصل جان بھرتی ڈرائیور ثابت ہو رہا تھا۔ جلد ہی وہ دارالحکومت سے باہر نکل آئے۔ دارالحکومت سے چند میل دور ایک چیک پوسٹ تھی جہاں ملٹری کے سپاہی موجود تھے۔ انہوں نے کار روکنے کا اشارہ کیا۔

”ہاس کیا حکم ہے۔ کار روکی جائے۔“ فیصل نے مزے بغیر پوچھا۔

”بالکل روک دو۔“ عمران نے مطمئن لہجے میں کہا اور فیصل نے چیک پوسٹ کے قریب کار روک دی۔ ایک فوجی ہاتھ میں مشین گن اٹھائے تیزی سے فیصل جان کی طرف بڑھا اور کھڑکی کے قریب آ کر کہنے لگا۔ کانفرنس دکھاؤ۔

”پرنس سے بات کرو۔“ فیصل نے بڑے باوقار لہجے میں کہا

اور سپاہی تیزی سے پھیل کھڑکی کی طرف بڑھا جہاں عمران سر باہر نکالے بڑی حیرت زدہ نظروں سے فوجی سپاہیوں کو دیکھ رہا تھا۔  
 ”کافذات جناب۔“ — سپاہی عمران کے لباس اور وجاہت کو دیکھ کر قدرے مرعوب ہو گیا تھا۔

”کیسے کافذات۔ کیا ہم نے شیشری کی دکان کھول رکھی ہے۔ ہم شامی گزہ کے دلی عمد پرنس ہاشم کافذات اٹھائے پھر رہے ہیں۔“ — عمران نے انتہائی سخت لہجے میں سپاہی کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”سر۔ دارالحکومت سے باہر جانے کے لئے اجازت نامہ ضروری ہے۔“ — سپاہی نے پہلے سے بھی زیادہ مودبانہ لہجے میں کہا

”پیچھے ہٹ کر کھڑے رہو۔ تمہاری وردی سے پیسنے کی بو آ رہی ہے۔ ڈرائیور گاڑی کیوں روکی ہے۔“ — عمران نے سپاہی کو ڈانٹنے کے بعد فیصل سے مخاطب ہو کر کہا اور فیصل نے خاموشی سے گاڑی آگے بڑھا دی۔ گاڑی آگے بڑھتی دیکھ کر چیک پوسٹ کے پھاٹک پر موجود سپاہی نے چیکنگ راڈ خود بخود اٹھا دیا۔ اس نے شاید یہی تاثر لیا تھا کہ سپاہی نے کافذات چیک کر لئے ہیں تبھی ڈرائیور نے کار آگے بڑھائی ہے۔ فیصل نے کار ایک جھکے سے آگے بڑھائی اور پھر تیز رفتاری سے چیک پوسٹ کراس کر گیا۔ عمران سے ڈانٹ کھانے والا سپاہی پہلے تو چند لمحے تک گم دم وہیں کھڑا رہا اور پھر وہ کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا کہ ایک اور کار چیک پوسٹ پر آ کر رکی اور وہ سر جھٹک

کراس کی چیکنگ میں مصروف ہو گیا۔ فیصل دل ہی دل میں عمران کی کار کو دیکھ کر خراج تحسین ادا کر رہا تھا کہ کس طرح اس نے کافذات دکھائے بغیر چیک پوسٹ کراس کر لی تھی۔ دارالحکومت سے باہر آنے کے بعد ابھی ان کی کار نے صرف بیس پینیس میل کا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ ایک اور چیک پوسٹ آگئی۔ یہاں پولیس کا عملہ موجود تھا۔

”بڑی سخت چیکنگ کر رہے ہیں یہ قوف۔“ — عمران نے کہا اور پھر اس بار چیک پوسٹ پر کار رکتے ہی وہ دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔  
 ”تمہارا افسر کہاں ہے۔“ — عمران نے ڈانٹ کر اپنی طرف بڑھتے ہوئے سپاہی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”سر۔ وہ بیرک میں موجود ہیں۔“ — سپاہی نے اس کے شاہانہ لباس پر نظر ڈالتے ہوئے گڑبڑا کر جواب دیا۔  
 ”بلاؤ اسے۔“ — عمران نے کہا اور سپاہی تیزی سے واپس مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد ڈی ایس پی رینک کا ایک افسر بیرک سے باہر نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا عمران کی طرف بڑھا۔

”تمہیں آئی جی سے پرنس شامی گزہ کے بارے میں ہدایات مل چکی ہوں گی۔“ — عمران نے سخت لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جی۔ جی۔ ابھی تو نہیں ملیں۔“ — افسر اس کی بات پر ہلکا گیا۔  
 آئی جی اور پرنس کا حوالہ اسے مرعوب کرنے کے لئے کافی تھا۔  
 ”اگر نہیں ملیں تو مل جائیں گی سمجھو۔ ان کا فون آئے تو کہہ دینا

”اوہ۔ تمہیں اتنی جلدی کیسے رہوٹ مل گئی۔ ابھی چند منٹ پہلے تو ہم نے چیک پوسٹ کراس کی ہے۔ اور“ — عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”چیک پوسٹ پر میرا آدمی موجود ہے۔ میں نے آپ کے ہیڈ کوارٹر سے جاتے ہی اسے آپ کی آمد کی اطلاع دے دی تھی تاکہ تازک صورت حال میں وہ آپ کی امداد کر سکے۔ اور“ — نازان نے جواب دیا۔

”مگر شو۔ بہر حال فکر مت کرو۔ سیکرٹ سروس کے بارے میں کیا اطلاع ہے۔ اور“ — عمران نے اس کی کارکردگی کی تعریف کرتے ہوئے پوچھا۔

”سیکرٹ سروس کے ممبران نے حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے۔ انہوں نے کافی بلندی سے راستے میں پڑنے والے دریا ہام چڑ میں چھلا تھیں لگا دیں اور ہیلی کاپٹر خالی حالت میں ہیڈ کوارٹر پہنچا ہے۔ گو انہیں چیک کر لیا گیا ہے اور اب فطری اٹھلی جس اور سیکرٹ سروس ان کا بچھا کر رہی ہے۔ میرا نیکشن بھی حرکت میں آ چکا ہے جلد ہی اچھی رپورٹ ملے گی۔ اور“ — نازان نے جواب دیا۔

”سر۔ ایک پولیس جیپ تیزی سے ہماری طرف بڑھی چلی آ رہی ہے۔“ فیصل نے اچانک مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔“ نازان میں ذرا ان پولیس والوں سے نہٹ لوں۔ اور اینڈ آل“ — عمران نے کہا اور ٹرانسیر کا بٹن آف کر کے اسے

کہ پرنس چیک پوسٹ کراس کر گئے ہیں۔ سمجھے“ — عمران پہلے سے بھی زیادہ سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہمت“ — افسر نے جواب دیا۔

”چلو ڈرائیور“ — عمران نے اس بار فیصل سے مخاطب ہو کر کہا اور کار میں بیٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ فیصل نے خاموشی سے کار آگے بڑھا دی۔ چینگ راڈ اٹھا دیا گیا اور فیصل تیز رفتاری سے کار چلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

”اب دو سو میل تک اور کوئی چیک پوسٹ نہیں ہے۔“ فیصل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مگر ہو بھی سکتی تو پرنس شمالی گڑھ کو کون روک سکتا ہے۔“

عمران نے جواب دیا۔ مگر اس سے پہلے کہ فیصل کوئی جواب دیتا کار میں مدھم سی ٹوٹوں کی آوازیں آنے لگیں۔ عمران نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ٹرانسیر نکال لیا۔

”نازان سپیکنگ دس اینڈ اور“ — ٹرانسیر کا بٹن آن ہوتے ہی دوسری طرف سے نازان کی آواز آئی۔

”ہیں۔ سیاہ پرندہ۔ اور“ — عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب آپ چیک کر لئے گئے ہیں۔ ڈی ایس بی نے آپ کی کار پوسٹ سے کراس ہوتے ہی آئی جی سے بات کی ہے اور آئی جی نے آپ کی تردید کر دی ہے۔ اب وہ ایک پولیس جیپ میں آپ کا تعاقب کر رہا ہے۔ اور“ — نازان نے کہا۔



پہر اتنی دور لے جانے کا کیا فائدہ جو کچھ کرنا ہے ہمیں کر لو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ آفسر کچھ کتا عمران نے اچانک اس کے ربوہ پر ہاتھ ڈالا اور پھر پلک جھپکنے کے عرصے میں ڈی ایس پی اس کے بازوؤں میں جکڑا اس کے سامنے آگیا۔ اب کار اس کی پشت پر تھی اور ڈی ایس پی اس کے سامنے ادھر فیصل عمران کی بات سنتے ہی اس کا اشارہ سمجھ گیا تھا اس لئے جیسے ہی عمران نے حرکت کی اسی لمحے فیصل بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور پلک جھپکنے میں اس کا پتہ اس کی جیب سے نکل کر اس کے ہاتھ میں آگیا۔ پھر اس سے پہلے کہ سپاہی سنبھلتے یا فائر کرتے فیصل نے فائر کھول دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تین سپاہی زمین پر گر کر ترپنے لگے۔ دوسرے سپاہیوں نے فیصل پر فائر کھولنا چاہا مگر اسی لمحے عمران نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی اور اس کے ہاتھ میں موجود ڈی ایس پی کے ربوہ پر شعلے اگلے اور باقی دو سپاہی بھی فائر کرنے کی حسرت لئے زمین پر گر گئے۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا کہ ڈی ایس پی بچھاہر سکتے عالم میں کھڑا رہ گیا۔ سپاہیوں کے مرتے ہی عمران نے ڈی ایس پی کو زور سے دھکا دیا اور ڈی ایس پی منہ کے بل زمین پر گرنا چلا گیا پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھا عمران کے ربوہ پر شعلے اگلے اور گولیاں ڈی ایس پی کے سینے میں گھسی چلی گئیں۔

”اؤ اب نکل چلیں“ عمران نے فیصل سے کہا اور پھر جھپٹ کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اسے خطرہ تھا کہ چند لمحوں

جیب میں ڈال لیا۔ اتنے میں پولیس جیب ان کی کار کے برابر آگئی۔ فیصل نے جان بوجھ کر رفتار کم کر دی تھی۔ جیب میں موجود پولیس آفسر نے ہاتھ ہلا کر فیصل کو کار روکنے کے لئے کہا۔

”کار روک دو فیصل“ عمران نے کہا اور فیصل نے کار سڑک کے کنارے کر کے بریک لگا دیئے۔ کار رکتے ہی پولیس جیب بھی رک گئی اور اس میں سے ڈی ایس پی کے ساتھ پانچ مسلح سپاہی بھی کود کر باہر آگئے۔ ان سب نے بڑی پھرتی سے کار کے گرد گھیر ڈال لیا۔

”کیا بات ہے آفسر“ عمران نے کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلے ہوئے ڈی ایس پی سے پوچھا۔

”تم بھی باہر آ جاؤ ڈرائیور“ ڈی ایس پی نے عمران کی بات کا جواب دینے کی بجائے فیصل سے مخاطب ہو کر کہا۔ فیصل نے مڑ کر عمران کی طرف دیکھا اور پھر عمران نے اسے سر ہلا کر باہر آنے کا اشارہ کر دیا۔ فیصل خاموشی سے باہر آگیا۔

”چلو جیب میں بیٹھو“ آفسر نے عمران کی سائیڈ میں ربوہ اور کی ٹال لگاتے ہوئے کہا۔

”کیا تمہاری موت آگئی ہے آفسر“ عمران نے بڑے اطمینان سے کہا۔

”شٹ اپ۔ جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو ورنہ میںیں بھون دیتے جاؤ گے“ ڈی ایس پی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ اس کا مطلب ہے کہ تم ہمیں واپس لے جا کر بھونو گے۔ تو

”ارے عمران تم ارے اچانک کیسے نپک پڑے“ — بوڑھے نے آگے بڑھ کر عمران کو گلے سے لگا لیا۔

”ارے ارے میری ہڈیاں۔ ارے میں سبکل پہلی کا آدمی ہوں چچا“ — عمران نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں ہاں۔ میں تمہاری سبکل پہلی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔“ بوڑھے نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور ادھر کار میں بیٹھا ہوا فیصل سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اس نے عمران کا نام سن لیا تھا مگر اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ پاکیشیا کا وہی عمران ہے جو ان کے لئے افسانوی حیثیت رکھتا ہے۔

”چچا۔ پولیس ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے اس لئے کار کا دھڑن تھتہ ہونا چاہئے“ — عمران نے کہا۔

”اوہ۔ ابھی ہو جاتا ہے۔ لے آؤ کار کو“ — بوڑھے نے تیز لہجے میں کہا۔

”فیصل۔ کار فارم میں لے چلو جلدی“ — عمران نے کار میں بیٹھے ہوئے فیصل سے مخاطب ہو کر کہا اور فیصل نے کار آگے بڑھا دی اور فارم کی عمارت میں روک کر خود نیچے اتر آیا۔

”میں اس کا دھڑن تھتہ کر کے ابھی آیا“ — بوڑھے نے کار کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے کہا اور پھر وہ کار کو چلا کر عمارت کی پچھلی سائیڈ پر چلا گیا۔

”آپ وہی عمران ہیں جو پاکیشیا میں رہتے ہیں“ — فیصل نے

بعد کوئی نہ کوئی کار ادھر آنکے گی اور وہ نظروں میں آجائیں گے چنانچہ اس نے کار اٹھائی تیز رفتاری سے آگے بڑھا دی۔ اب فیصل پچھلی نشست پر بیٹھا ہوا تھا۔

”سر۔ آپ نے تو کمال پھرتی دکھائی ہے“ — فیصل نے حسین آمیر لہجے میں کہا۔

”میرے سر نے تو کوئی پھرتی نہیں دکھائی البتہ ہاتھوں کے متعلق اگر تم کو تو میں مان جاؤں گا“ — عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار ایک بائی روڈ پر موڑ دی۔ کار اٹھائی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ فیصل خاموش ہو رہا اور تھوڑی دیر بعد کار ایک فارم کے پچانک پر جا کر رک گئی۔ عمران نے مخصوص انداز میں بارن دیا۔ بارن دیتے ہی پچانک کھل گیا اور ایک قوی پیکل دھاتی بوڑھا باہر آ گیا۔

”ہیلو“ — بوڑھے نے عمران کے قریب آ کر کہا۔ وہ عمران کا بھرپور تنقیدی جائزہ لے رہا تھا۔

”ارے چچا۔ ابھی ہیلو کرنے کی عادت نہیں گئی۔ دیے چچا تم تو پہلے سے زیادہ جوان نظر آ رہے ہو۔ کہیں بارہویں شادی تو نہیں کر لی۔ میں تمہارا بھتیجا علی عمران ہوں اور میک اپ میں ہوں“ — عمران نے کار سے باہر نکل کر چپکے ہوئے کہا۔ بوڑھا ایک لمبے تک تو خود سے عمران کو دیکھتا رہا پھر اس کے چہرے پر مسرت کے آثار ابھر آئے۔

کے بعد اٹھ کر باہر چلا گیا اور اب کمرے میں فیصل اکیلا رہ گیا۔ تقریباً دس منٹ بعد عمران کمرے سے باہر نکلا تو وہ میک اپ بدل چکا تھا۔ اب وہ عام سے لباس میں تھا۔

”آؤ فیصل میں تمہارا میک اپ بھی تبدیل کر دوں کیونکہ دشمن کسی بھی وقت یہاں پہنچ سکتے ہیں“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ اسے لئے اسی کمرے میں آگیا۔ فیصل نے دیکھا کہ کمرے میں موجود الماریوں میں بظاہر ہبزوں کے جج اور کھادیں بھری ہوئی تھیں عمران کے پیچھے ہر قسم کے ملبوسات موجود تھے عمران نے ایک الماری میں سے ایک لباس منتخب کیا اور فیصل کو اسے پہننے کے لئے کہا۔ فیصل نے لباس تبدیل کر لیا اس کے بعد عمران نے اسے کرسی پر بٹھا کر اس کا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب اس نے اپنے کام کے اختتام کا اعلان کیا تو فیصل کی شکل مکمل طور پر بدل چکی تھی۔

”آپ نے تو کمال کر دیا عمران صاحب“۔۔۔۔۔ فیصل نے آہنیخنے میں اپنی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

”آؤ ابھی آؤ۔ اب کچھ کھانی بھی لو یا اسی دھندے میں لگے رہو گے“۔۔۔۔۔ اسی لمحے بوڑھے نے کمرے میں آتے ہوئے کہا اور پھر وہ انہیں لئے ہوئے ہال میں آگیا جہاں میز پر انواع اقسام کے کھانے اور مشروبات موجود تھے اور پھر وہ تینوں کھانے پر بیٹھ گئے۔ ابھی کھانا ختم نہیں ہوا تھا کہ عمارت کے گرد چبھوں اور کاروں کی بریکوں کا شور گونج اٹھا۔

جھگٹے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ کیا تم نے اس سے کوئی قرضہ وصول کرنا ہے؟“۔۔۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”نہیں۔ میں تو ویسے ہی پوچھ رہا تھا“۔۔۔۔۔ فیصل جو اب تک سیدہ سنجیدہ رہا تھا اس بار بے اختیار ہنس پڑا۔

”دیکھو بھائی۔ اگر تم نے اس سے قرضہ لیتا ہے تو پھر تو میں وہ نہیں ہوں اور اگر تم نے اس کا قرضہ دیتا ہے تو پھر یقیناً وہی ہوں۔ بولو کتنی رقم وے رہے ہو؟“۔۔۔۔۔ عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

”یہ میری خوش قسمتی ہے عمران صاحب کہ مجھے آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ اس سے قبل تو ہم صرف آپ کا نام ہی سننے رہے تھے“۔۔۔۔۔ فیصل نے سرت بھرے لہجے میں کہا۔

”فکر نہ کرو۔ میرے ساتھ کام کرنے والوں کو خوش قسمتی جلد ہی بد قسمتی میں بدل جاتی ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو تویر سے پوچھ لیتا“۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور اسی لمحے بوڑھا عمارت کی پچھلی طرف سے نکل کر ان کے قریب پہنچ گیا۔

”آؤ عمران بیٹے۔ تمہارا کام تو میں نے کر دیا ہے۔ آؤ اب اطمینان سے بیٹھیں“۔۔۔۔۔ بوڑھے نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران فیصل کو ہمراہ لئے فارم کی عمارت میں چلا گیا۔

”پہلے ہم میک اپ تبدیل کر لیں“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ خود ہی اٹھ کر ایک کمرے میں گھسٹ چلا گیا۔ بوڑھا بھی اس کے جانے

بھی کوئی حیثیت رکھتا ہے۔“ بوڑھے پروفیسر نے بڑے مگر جبار لہجے میں کہا۔

”ہم نے چپک کر لیا ہے۔ کار کے ٹائروں کے نشانات فارم کی پچھلی طرف گئے ہیں اس کے بعد نشانات قائب ہیں۔ اب یہ بعد کی تحقیقات سے ثابت ہو گا کہ کار کہاں گئی۔ فی الحال ہم تمہارے مہمانوں کو پوچھ گچھ کے لئے لے جانے پر مجبور ہیں۔“ اسی نے جواب دیا اور لباس کے ساتھ ہی اس نے اشارہ کیا اور پولیس کے مسلح افراد تیزی سے عمران اور فیصل کے گرد پھیلتے چلے گئے۔

”میں اس بے عزتی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ میں وزیر اعظم سے احتجاج کروں گا۔“ پروفیسر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”جو آپ کا دل چاہے کرتے رہیں ہمیں بھی وزیر اعظم نے خصوصی اختیارات دیئے ہیں۔ اگر آپ کے مہمان بے گناہ ثابت ہوئے تو انہیں واپس بھیج دیا جائے گا اور سرکاری سطح پر آپ سے معافی بھی مانگ لی جائے گی۔“ سادہ لباس والے نے سخت لہجے میں کہا۔

”آپ لوگ شرافت سے ہمارے ساتھ چلے چلیں ہم تعیش کے بعد آپ کو یہاں پہنچا دیں گے ورنہ دوسری صورت میں وہ سب کچھ ہو سکتا ہے جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔“ سادہ لباس والے نے عمران اور فیصل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں پروفیسر ہم ان کے ساتھ چلے جاتے ہیں یہ ہمیں واپس پہنچانے پر مجبور ہو جائیں گے۔“ عمران نے بڑے اطمینان

”لو ابھی آگئے ہمارے مہمان۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے ردِ مال سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا۔

”تم اپنا کام جاری رکھو۔ پروفیسر خاور اب اتنا گیا مگرا نہیں کہ پولیس اس کے مہمانوں کو تنگ کر سکے۔“ بوڑھے نے کہا اور پھر اٹھ کر تیز قدم اٹھاتا ہال سے باہر نکلا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد ہال کے باہر تیز لہجے میں باتیں کرنے کی آواز سنائی دی اور پھر ہال میں بوڑھے پروفیسر کے ساتھ دس پارہ پولیس کے افسر اور سادہ لباس میں ملیس افراد اندر داخل ہوئے۔ ان سب کے چہرے مجڑبے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں سختی کے آثار نمایاں تھے۔

”یہ دیکھو یہ میرے مہمان ہیں۔ ماسوری سے کل ہی یہاں پہنچے ہیں۔ ان کا نام جعفر ہے اور یوسف ہیں۔“ بوڑھے نے عمران اور فیصل کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”مگر پروفیسر جس کار میں وہ نقلی پرنس تھا اس کے ٹائروں کے نشانات تمہارے فارم کے اندر آتے ہیں اس لئے ہم کس طرح حلیم کر لیں کہ مجرم تمہارے پاس نہیں پہنچے۔“ ایک سادہ لباس والے نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

”اگر وہ کار میرے فارم میں پہنچی ہے تو تم یہاں کی مکمل تلاشی لے سکتے ہو۔ اگر تمہیں کار کا ایک پرزہ بھی دستیاب ہو جائے تو تم ان مہمانوں کو تو کیا مجھے بھی چھانی پر چڑھا دو۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر تم میرے مہمانوں کے سامنے مجھے ذلیل نہیں کر سکتے۔ آخر پروفیسر خاور

سے کہا اور پھر خاموشی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ظاہر ہے فیصل نے بھی اس کی تھلید کنی تھی۔ ایک پولیس افسر نے ان کی مکمل تلاشی لی اور پھر وہ انہیں لے کر ایک پولیس جپ میں بیٹھے اور جپ فارم سے نکل کر تیزی سے دارالحکومت کی طرف دوڑنے لگی۔ فیصل سوچ رہا تھا کہ اب وہ بری طرح بچس گئے ہیں۔ پولیس نے ان کا میک اپ چیک کر لیا ہے اور پھر ظاہر ہے جو بھی ہو جائے وہ کم ہے مگر عمران یوں اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا جیسے وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کہیں چمک مٹانے جا رہا ہو۔

شاگل تیز رفتاری سے کار چلاتا ہوا تھوڑی ہی دیر بعد دارالحکومت کے شمالی حصے میں موجود لطری اٹلی جنس کے ہیڈ کوارٹر پہنچ گیا۔ خصوصی کوڑ کی وجہ سے اسے فوراً ہی آپریشن روم میں پہنچا دیا گیا جہاں لطری اٹلی جنس کا چیف زیرو دن بذات خود موجود تھا۔ یہ ایک وسیع ہال تھا جس میں ہر طرف مختلف قسم کی مشینیں اور ٹی وی سکرین فٹ تھیں۔ ہال کے درمیان میں موجود میز پر مختلف رنگوں کے ٹیلی فون سیٹ پڑے ہوئے تھے۔ مختلف مشینوں پر فوجی وردیوں میں لباس آپریٹر موجود تھے۔ زیرو دن نے کھڑے ہو کر شاگل کا استقبال کیا اور پھر اسے اپنے ساتھ ہی کرسی پر بٹھا دیا۔

”کیا پوزیشن ہے؟“ — شاگل نے پوچھا۔

”بس۔ اب ہیلی کاپٹر پہنچنے والا ہے۔ سکرین پر نظر آ رہا ہے۔“

زیرو دن نے کہا اور شاگل نے دیکھا کہ دیوار پر نصب ایک بڑی

لے شروع کر دیئے۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔  
 ”پوائنٹ فور زیردالیون کس کو کور کرو۔ فوراً۔ مجرم کسی حالت  
 میں بھی نہیں نکلے چاہئیں۔ میں خود وہاں پہنچ رہا ہوں۔“ — زیردون  
 نے کہا اور اس نے رسیور رکھ دیا۔

”آپ اگر پوائنٹ پر چلنا چاہئیں تو آجائیں ہیلی کاپٹر پہنچ گیا ہے۔  
 سی میں چلتے ہیں۔“ — زیردون نے شاگل سے مخاطب ہو کر کہا۔  
 ”چلو ٹھیک ہے۔ میں ان سے براہ راست بات کرنا چاہتا ہوں۔“  
 شاگل نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر کمرے سے  
 باہر جاتے میز پر رکھے ہوئے ایک ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ زیردون  
 نے تیزی سے رسیور اٹھایا۔

”زیردون۔“ — اس نے سخت لہجے میں کہا۔  
 ”چیف آف سیکرٹ سروس شاگل سے بات کرائیں۔ مجھے پتہ چلا  
 ہے کہ وہ یہاں موجود ہیں۔“ — دوسری طرف سے جواب ملا۔  
 ”آپ کون صاحب بات کر رہے ہیں۔“ — زیردون نے اچھے  
 ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں ان کا پی اے بول رہا ہوں۔“ — دوسری طرف سے کہا گیا  
 اور زیردون نے رسیور شاگل کی طرف بڑھادیا۔  
 ”نہیں شاگل سپیکنگ۔“ — شاگل نے کہا۔

”باس۔ میں سوچام بول رہا ہوں۔ ہمارے سیکشن نے عمران کو  
 ریس کر لیا ہے اور وہ اس وقت پولیس ہیڈ کوارٹر میں موجود ہے۔“

سکرین پر ہیلی کاپٹر ایک طرف بڑھتا نظر آ رہا ہے اور پھر اسی لمحے  
 شاگل یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ ہیلی کاپٹر سے ایک سیاہ وجہ نیچے کود گیا  
 اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یکے بعد دیگرے دسے نیچے اترتے چلے گئے۔  
 ”باس۔ ہیلی کاپٹر میں موجود مجرموں نے نیچے چھلانگیں لگا دی  
 ہیں۔“ — آپریٹر نے زیردون سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اوہ۔ مگر یہ تو بغیر اثر شوٹ کے نیچے گر رہے ہیں۔ کیا انہوں نے  
 خود کشی کی ٹھان لی ہے۔“ — زیردون بے اختیار کھڑکھڑایا۔

”باس وہ دریا میں کود رہے ہیں۔ اس وقت ہیلی کاپٹر دریائے پام چ  
 پر اڑ رہا ہے۔“ — آپریٹر نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس  
 نے مشین کا ایک اور ٹرن دیا دیا۔ جس سے بڑی سکرین کے ساتھ ایک  
 چھوٹی سکرین بھی روشن ہو گئی۔ سکرین پر چند لمحے لہریں سی دوڑتی نظر  
 آئیں پھر ایک ٹھانٹھان مارتا ہوا دریا کا منظر سامنے آ گیا اور پھر سیکرٹ  
 سروس کے ممبران کو دریا میں کودتے صاف دیکھا گیا۔

”حیرت انگیز لوگ ہیں یہ جنہوں نے بغیر اثر شوٹ کے چھ سو فٹ  
 کی بلندی سے دریا میں چھلانگیں لگا دی ہیں اور پھر وہ بھی دن کی بجائے  
 رات کو۔“ — زیردون نے ہڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”ان کی گرفتاری ضروری ہے زیردون۔ یہ گرنے والے یقینی  
 سیکرٹ سروس کے ممبران ہیں۔“ — شاگل نے زور دیتے ہوئے  
 کہا۔ پھر انہوں نے دریا میں کودنے والوں کو کنارے پر نکلے دیکھا۔  
 زیور دن نے ایک ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل

دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوہ۔ مگر وہ وہاں کیسے پہنچ گیا۔ تفصیل بتاؤ۔“ — شاکل  
چونک کر پوچھا۔

”باس۔ عمران اور اس کا ساتھی پرنس شامی گڑھ کے روپ میں  
دارالحکومت سے فرار ہو رہے تھے کہ ان کا ککڑاؤ پولیس سے ہو گیا  
انہوں نے پولیس کا ایک ڈی ایس پی اور پانچ سپاہیوں کو قتل کر دیا اور  
خود وہ پروفیسر خاور کے فارم میں چھپ گئے جہاں انہوں نے میک اسپ  
بدل لیا مگر پولیس وہاں پہنچ گئی اور مشکوک سمجھے ہوئے انہیں ہیڈ کوارٹر

لایا گیا۔ یہاں ہمارے سیکشن کے ایک آدی نے عمران کو پہچان لیا  
اس نے مجھے رپورٹ دی ہے اور میں نے آپ کو فوراً کال کی ہے  
پولیس افسران شاید اسے دبا کر دین اس لئے اسے قابو کرنا ضروری  
ہے۔“ — سو جاہم نے تفصیلی رپورٹ دی۔

”ٹھیک ہے میں ابھی وہاں پہنچتا ہوں۔ میں خود اسے اپنی عمرانی میں  
لے آؤں گا۔“ — شاکل نے کہا اور اس نے ایک جھٹکے سے رسیوں  
رکھ دیا۔

”مسٹر زیرو دن آپ اکیلے جائیں ان چھاتہ برداروں کا سربراہ ٹرلس  
ہو گیا ہے۔ میں اس کے پیچھے جا رہا ہوں۔ پائی پائی۔“ — شاکل نے  
کہا اور پھر وہ تیز حیرت قدم اٹھا کر بے باہر چلا گیا۔ اس کا دل خوش  
کے مارے بلیوں اچھل رہا تھا کہ اس بار وہ عمران کو اپنے ہاتھوں سے  
قتل کر کے اپنی دیرینہ حسرت کی تکمیل کرے گا۔

صفدر ٹریکٹر کی ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھا جبکہ پائی میمران ٹرائی  
میں بھرے ہوئے تھے اور صفدر ٹریکٹر کو اس کی ٹکنہ رفتار پر دوڑائے  
چلا جا رہا تھا۔ ٹھیکریوں کی بستی سے آگے تقریباً دس میل تک کچی  
سڑک تھی اور پھر یہ سڑک پختہ سڑک سے آکر مل جاتی تھی۔ صفدر  
چاہتا تھا کہ وہ جلد از جلد پختہ سڑک پر پہنچ جائے تاکہ اس گرود غبار سے  
جان چھوٹ جائے جس نے ان سب کو بھوت بنا دیا تھا۔ تھوڑی دیر  
میں دور سے پختہ سڑک انہیں نظر آگئی اور چند لمحوں بعد وہ پختہ سڑک  
پر پہنچ گئے۔ مگر جیسے ہی ان کا ٹریکٹر پختہ سڑک پر آیا اچانک ارد گرد  
سے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی اور پھر گولیوں کے دھماکوں  
میں ٹریکٹر اور ٹرائی کے ٹائروں کے پھٹنے کے دھماکے بھی شامل ہو گئے۔  
گولی چلانے والوں کا نشانہ بھی ٹائری تھے۔ کیونکہ کوئی گولی بھی ان کی  
طرف نہ آئی تھی۔ ٹائری پھٹنے ہی صفدر نے ٹریکٹر روکا اور پھر کود کر نیچے

دوڑتا ہوا دارالحکومت کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی اس لئے سڑک پر دور دور تک کوئی ٹریفک موجود نہیں تھی۔ تقریباً پانچ چھ میل کے سفر کے بعد سڑک ایک جنگل کے درمیان میں سے گزرتی تھی۔ یہ جنگل خاصا گھٹا تھا اور خاصے وسیع رقبے پر پھیلا ہوا تھا۔ ٹرک اور جیپیں جب جنگل میں داخل ہوئیں تو جیپوں میں بیٹھے ہوئے مسلح فوجی سپاہی قدرے چوکنہ ہو گئے۔ ابھی انہوں نے جنگل کراس نہیں کیا تھا کہ اچانک سڑک کے ارد گرد کے درختوں پر سے دس بم ٹرک کے پیچھے آنے والی جیپوں پر پھینکے گئے اور پھر فضا پے در پے دھماکوں سے گونج اٹھی۔ جنگل میں پھینکے گئے بموں نے جیپوں کے پرچے اڑا دیئے اور بموں کے دھماکوں میں فوجیوں کی چیخوں کی بازگشت بھی سنی گئی۔

”تیز چلاؤ ٹرک۔ تیز چلاؤ“ — انچارج نے جو ٹرک ڈرائیور کے قریب والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا دھماکے سنتے ہی چیخ کر کہا اور ٹرک ڈرائیور نے ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ پورا ڈال دیا اور ٹرک اچھل کر تیزی سے آگے بڑھا مگر ابھی اس نے چند گز کا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ اچانک ٹرک پر فائرنگ کی گئی اور فائرنگ کے ساتھ ہی ٹرک کے دو ٹائروں کے پھٹنے کے دھماکے ہوئے۔ ٹائروں کے دھماکوں کے ساتھ ہی انچارج نے کھڑکی کھول کر نیچے چھلانگ لگا دی اور پھر دوڑتا ہوا جنگل میں گھس چلا گیا۔ ٹرک پر چونکہ دونوں اطراف سے گولیوں کی بارش ہو رہی تھی اس لئے انچارج بھی براہ راست گولیوں کی زد میں تھا مگر وہ

اتر آیا۔ باقی ممبران نے بھی زرائی سے چھلانگیں لگا دیں۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلے انہیں چاروں طرف سے مسلح افراد نے گھیر لیا۔ ان میں سے بیشتر کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔

”خبردار۔ سب اپنے ہاتھ اٹھالیں“ — ان میں سے ایک نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور پھر کوئی چارہ نہ دیکھتے ہوئے سیرکٹ سرس کے ممبران نے اپنے ہاتھ اٹھالئے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اپنی زندگیوں کو واؤ پر لگانے اور زبردست جدوجہد کے باوجود آخر کار وہ دشمنوں کے ہتھے چڑھ ہی گئے ان کے ہاتھ اٹھاتے ہی سڑک سے تھوڑی دور ایک ٹرک کا انجن شارت ہونے کی آواز سنائی دی اور پھر ایک فوجی ٹرک تیزی سے چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔

”خاموشی سے ٹرک پر سوار ہو جاؤ کسی قسم کی غلط حرکت کا نتیجہ بھیاں نکل سکتا ہے“ — ”اچی آوی نے کہا اور مشین گنوں اور رائفلوں کے زور پر ان سب کو ٹرک پر سوار کر دیا گیا۔ یہ ٹرک ہر طرف سے بند تھا۔ ان کے ٹرک میں سوار ہوتے ہی ایک مسلح آدمی نے آگے بڑھ کر ٹرک کا پیچھا دروازہ بند کر دیا اور باہر سے اس میں بھاری کنڈالگا کر اس میں ایک موٹی ذخیرہ ڈال دی۔ پھر وہ انچارج بھی ٹرک کے اگلے حصے میں سوار ہو گیا اور اس نے ڈرائیور کو چلنے کے لئے کہا۔ باقی مسلح سپاہی ٹرک کے چلتے ہی تیزی سے واپس سڑک کے کناروں کی طرف دوڑے اور پھر چند لمحوں بعد پانچ فوجی جیپیں شارت ہو کر ٹرک کے پیچھے دوڑنے لگیں۔ ٹرک تیزی سے پختہ سڑک پر



پٹ گیا اور انچارج کا جسم ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں بکھر گیا۔ ادھر ٹرک نے آگ پکڑ لی تھی اور اب وہ دھڑا دھڑا جل رہا تھا اور کسی بھی لمحے اس کی پٹرول ٹینک ایک خوفناک دھماکے سے پھٹ سکتی تھی۔ ٹرک پر بے کے دھماکے کے بعد فائرنگ بند ہو گئی اور پھر جنگل میں سے لوگ بھاگ بھاگ کر ٹرک کی طرف بڑھنے لگے مگر ٹرک کی حالت دیکھ کر انہیں سو فیصد یقین تھا کہ ٹرک میں موجود ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا ہو گا۔

حیرت انگیز طور پر رگ رگ کے انداز میں بھاگتا ہوا جنگل میں درختوں کی پہلی قطار تک پہنچ گیا اور کوئی گولی اس کے جسم سے نہ چھو سکی۔ وہ ایک درخت کے چوڑے تنے سے آکر لپٹ گیا اور اب وہ جنگل کی طرف سے آنے والی گولیوں کی پوچھاڑ سے محفوظ ہو چکا تھا۔ ٹرک ٹائروں کے پھٹنے کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تھا مگر دونوں اطراف سے فائرنگ جاری تھی۔ فائرنگ کرنے والے جان بوجھ کر ٹرک کے ٹائروں کو نشانہ بنا رہے تھے کیونکہ انہیں بھی معلوم تھا کہ ٹرک کی باڈی میں سیکرٹ سروس کے ممبران موجود ہیں۔ انچارج نے درخت کے تنے کی اوٹ لیتے ہی تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر دوسرے لمحے اس کا ہاتھ جب باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک دستی بم موجود تھا اس نے تیزی سے اس کی پن کھینچی اور بم پر پوری قوت سے ٹرک کی باڈی کی طرف اچھال دیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر سیکرٹ ایجنٹ ان کے ہاتھ سے نکل جائیں تو ان کی لاشیں ہی حملہ آوروں کے ہاتھ لگیں۔ بم فضا میں اڑتا ہوا سیدھا ٹرک کی باڈی سے جا ٹکرایا اور پھر ایک ہولناک دھماکے سے پھٹ گیا اور ٹرک کی باڈی کا اوپر والا حصہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہوا میں بکھر گیا۔ انچارج نے خوشی سے نھونٹایا اور جیب سے ایک اور بم نکال لیا مگر ابھی وہ اس کی پن وادھوں سے کھینچ ہی رہا تھا کہ ایک گولی اس کی پشت میں گھسی اور دل میں ترازو ہو گئی۔ انچارج گولی کا جھٹکا کھا کر زمین پر اونڈھے منہ گرا۔ بم ابھی تک اس کے منہ میں تھا پن کھینچی جا چکی تھی چنانچہ بم ایک ہولناک دھماکے سے

کہاں گئی۔ کیا بیچ کر کھا گئے ہو۔۔۔۔۔ عمران کی زبان بھلا کہاں رکھنے والی تھی۔ سادہ لباس والے کا چہرہ غصے سے سیاہ پڑ گیا۔ اس نے ہونٹ بھیجنے لئے۔ یوں لگتا تھا جیسے ایک لمبے بعد وہ عمران کو کوئی مار دے گا۔  
 ”بکواس بند کرو۔ یہ تھانیدار نہیں بلکہ آئی جی صاحب ہیں۔“ اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک باوردی پولیس آفسر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آئی جی۔ مگر یہ تو مرد ہیں۔ انہیں تو آیا جی ہونا چاہئے۔ کیوں جناب میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں۔“ عمران نے بڑی معصومیت سے کہا۔

”بکواس بند کرو ورنہ میں تمہیں یہیں قتل کر دوں گا۔“ آئی جی اپنے ماتحتوں کے سامنے اپنی بے عزتی ہوتے دیکھ کر غصے سے پھٹ پڑا۔

”تو اس کا مطلب ہوا کہ تم بہر حال مجھے قتل ضرور کرو گے۔ اگر میں بکواس کھول دوں تو یہیں کرو گے اور اگر بند کر دوں تو کہیں اور جا کر قتل کرو گے۔ کیوں آئی جی صاحبہ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔“ عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا اور پھر شاید آئی جی براشت نہ کر سکا اور اس نے پوری قوت سے اپنا ہاتھ اسے تھپڑ مارنے کے لئے گھمایا مگر عمران تو ایسی صورت حال کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا اس نے پھرتی سے اپنا سر ایک طرف کر لیا اور آئی جی کا ہاتھ پوری قوت سے اس کی دوسری طرف بیٹھے ہوئے ایک پولیس آفسر کی گردن پر پڑا اور وہ منہ

سادہ لباس والا جو عمران اور فیصل کو پروفیسر خاور کے فارم سے اپنے ہمراہ لے آیا تھا کار میں عمران کے پاس بیٹھا تھا جبکہ فیصل کو انہوں نے اگلی سیٹ پر دو آدمیوں کے درمیان بٹھایا ہوا تھا۔ سادہ لباس والے کے چہرے پر سنجیدگی کے ساتھ ساتھ کڑھائی چھائی ہوئی تھی۔

”آپ نے اب تک اپنا تعارف نہیں کرایا۔ کیا آپ تھانیدار ہیں۔“ عمران نے اچانک اس سادہ لباس والے سے مخاطب ہو کر کہا۔

”شٹ اپ۔ خاموش بیٹھے رہو۔“ سادہ لباس والے نے انتہائی کڑھائی سے کہا۔

”بالکل بالکل۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم تھانیدار ہو۔ ہمارے گاؤں میں ایک تھانیدار تھا وہ اسی طرح بولا کرتا تھا مگر تمہاری وردی

”اے کار میں ہی گولیوں سے چھلی کر دو“ — آئی جی نے چیخے  
وئے کما اور سپاہیوں نے گنوں کا رخ عمران کی طرف کر دیا۔

”سر میں کچھ عرض کر سکتا ہوں“ — ایک اور سادہ لباس والے  
نے آگے بڑھ کر مودیانہ لہجے میں کہا۔

”بس۔ میں کچھ نہیں سنتا چاہتا۔ جو میں نے کہا ہے اس کی تعمیل  
ہونی چاہئے“ — آئی جی کے منہ سے غصے کے مارے جھاگ نکل  
ری تھی۔

”سر۔ وزیر اعظم اس کیس میں براہ راست دلچسپی لے رہے ہیں  
اس لئے“ — اس سادہ لباس والے نے دوبارہ ٹھٹھکتے ہوئے کہا۔  
وزیر اعظم کا نام سنتے ہی آئی جی کو جیسے ہوش آ گیا ہو۔ وہ چند لمبے  
بونٹوں سے دانت کاٹتا رہا پھر کہنے لگا۔

”ٹھیک ہے اسے حفاظت سے ہیڈ کوارٹر لے آؤ میں دوسری کار  
میں بیٹھ جاتا ہوں“ — اور اس کے ساتھ ہی وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا  
اگلی کار کی طرف بڑھ گیا اور وہی سادہ لباس والا جس نے آئی جی سے  
بات کی تھی عمران کے ساتھ بیٹھ گیا اور کاریں آگے بڑھ گئیں۔

”آپ بھی آئی جی صاحب ہیں“ — عمران نے بڑی معصومیت  
سے پوچھا۔

”نہیں۔ میں ڈی آئی جی ہوں“ — سادہ لباس والے نے سپاٹ  
لہجے میں جواب دیا۔

”تو پھر میں ای آئی جی تو ہو سکتا ہوں“ — عمران نے کچھ

کے بل سامنے والی سیٹ سے جا کھرایا۔

”ارے ارے یہ تم اپنے ساتھی کو کیوں مارنے لگ گئے ہو۔ کیا  
اس نے بھی کبھی تمہارے سامنے بکواس کھول دی تھی اور کہنے کے  
باوجود ہند نہ کی تھی“ — عمران نے سیدھا ہوتے ہوئے کہا۔

”جنت۔ تم“ — آئی جی غصے کی شدت سے اتنا ہلکا گیا کہ اس  
سے فقرہ کھل نہ ہو سکا۔

”آئی جی صاحبہ کچھ ہمت سے کام لیا کرو۔ ایک تھپڑ مارنے کے بعد  
ہی تم نے ہکٹا بنا شروع کر دیا ہے ابھی تو تم قتل و قتل کی باتیں کر رہی  
تھیں“ — عمران نے آئی جی کو سمجھانا شروع کر دیا۔

”روکو۔ کار روکو اور اس کو میرے سامنے گولیوں سے چھلی کر  
دو“ — آئی جی نے چیخ کر کہا اور ڈرائیور نے تیزی سے کار روک  
دی۔ آئی جی نے دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ اس کا جسم غصے کی  
شدت سے کانپ رہا تھا۔ اس کے آگے پیچھے چلنے والی کاریں بھی رک  
گئیں اور ان میں سے پولیس افسران نکل کر آئی جی کے گرد اکٹھے ہو  
گئے۔

”باہر نکلو“ — آئی جی نے عمران سے مخاطب ہو کر چیخے ہوئے  
کہا۔

”اول ہوں۔ تم مجھے مارو گے میں تو نہیں لکھتا باہر“ — عمران  
نے یوں سمیٹتے ہوئے کہا جیسے پرائمری سکول کا بچہ استاد کی مار سے  
خوفزد ہو۔

”وہ“ ڈی آئی جی نے دائیں طرف کھڑے ہوئے مسلح افسر سے مخاطب ہو کر کہا اور اس کا حکم ملتے ہی تین چار مسلح افراد نے عمران کو بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور پھر سامنے ستون سے باندھ دیا۔ عمران یوں اطمینان سے کھڑا رہا جسے یہ سب کچھ اس کے منصوبے میں شامل ہو۔ عمران کو باندھنے کے بعد ایک سپاہی نے ہنٹر لاکر ڈی آئی جی کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

”ہاں اب بتاؤ کہ تم کون ہو“۔ ڈی آئی جی نے ہنٹر لہراتے ہوئے کہا۔

”میرا نام جعفر ہے اور یہ میرا ساتھی یوسف ہے۔ ہم ریاست ماسوری کے رہنے والے ہیں۔ میں کالج میں پروفیسر ہوں اور مسٹر یوسف ایک تاجر ہیں۔ پروفیسر خاور سے ہمارے درینہ تعلقات ہیں“۔ اس بار عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”یہ ہمیں معلوم ہے۔ تم اصل حقیقت بتاؤ کہ تم نے پرنس شاملی گڑھ کا میک اپ کیوں کیا اور پھر پولیس کے آدمیوں کو کیوں قتل کیا“۔ ڈی آئی جی نے غصے سے پتھکارتے ہوئے کہا۔

”اصل حقیقت تو یہی ہے باقی باتیں تم کسی اور سے پوچھ لو۔ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا ہے“۔ عمران نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا اور پھر اس کی بات سن کر ڈی آئی جی تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے پوری قوت سے ہنٹر لہرایا مگر اس سے پہلے کہ ہنٹر عمران کے جسم کو چھوٹا عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور

سوچتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ہیڈ کوارٹر جا کر تمہیں ای آئی جی کیا ایف آئی جی بتا دینا گے مگر ابھی تم خاموش رہو“۔ ڈی آئی جی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”دعہ۔ دیکھو بھول نہ جانا“۔ عمران نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ ڈی آئی جی کچھ کہتا کار ایک اپنی طرزی عمارت کے کپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔ یہ عمارت باہر سے بالکل سنسان نظر آ رہی تھی۔ کاریں کپاؤنڈ میں آ کر رک گئیں اور پھر سب لوگ کاروں سے نیچے اترنے لگے۔ عمران اور فیصل کو بھی نیچے اتار لیا گیا اور پھر وہ سب لوگ عمارت کے اندر داخل ہو گئے۔ عمران اور فیصل کو ایک بڑے کمرے میں لے آیا گیا اور پھر انہیں کرسیوں پر بیٹھنے کے لئے کہا گیا۔ عمران اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا اور ظاہر ہے فیصل نے بھی اس کی پیروی ہی کئی تھی۔ مسلح سپاہی ان کے پیچھے قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے سامنے تین کرسیاں موجود تھیں جن پر آئی جی، ڈی آئی جی اور ایک اور افسر بیٹھ گئے۔ ان کے دائیں بائیں تین مسلح افراد موجود تھے۔

”ہاں اب بتاؤ کہ تم کون ہو“۔ ڈی آئی جی نے پوچھا۔

”کمال ہے۔ وہیں پروفیسر کے فارم پر ہی پوچھ لیتے“۔ عمران نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”اے اٹھا کر سامنے والے ستون سے باندھ دو اور ایک ہنٹر مجھے لا

ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا فیصل نے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا۔ گولیوں کی بوچھاڑ ڈی آئی جی کے پہلو سے نکلتی چلی گئی۔

”اگر اب کوئی بات کی تو یہ گولیاں تمہارے سینے میں بھی ترازو دے سکتی ہیں۔“ فیصل نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔ عمران ڈی آئی جی کو دھکے دیتا ہوا دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ دروازہ بند تھا۔

”دروازہ کھولو۔“ عمران نے ڈی آئی جی سے مخاطب ہو کر کہا۔ ڈی آئی جی نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولا مگر دوسرے لمحے دروازے کے باہر موجود ایک آدمی پوری قوت سے ڈی آئی جی سے ٹکرایا۔ یہ ٹکراتی شدید تھی کہ عمران اور فیصل دونوں سنبھل نہ سکے اور فیصل منہ کے بل زمین پر گرا اور عمران پشت کے بل اس کے اوپر جا گرا اور اسی لمحے کمرے میں موجود مسلح سپاہی بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئے اور پھر عمران اور فیصل دونوں کو بری طرح بکڑ لیا گیا۔

”انہیں اچھی طرح ستونوں سے باندھ دو۔“ آئی جی نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا اور پھر ان دونوں کو رسیوں سے باندھ دیا گیا۔ اس بار باندھنے والوں نے اپنی پوری تکنیک استعمال کی۔ اس کے علاوہ دو مسلح سپاہی ان کے ساتھ ان کی نگرانی پر کھڑے ہو گئے تاکہ عمران پہلے کی طرح رسیاں نہ کھول لے۔

”یہ ہنر مجھے دو۔“ آئی جی نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا

اس نے ہنر پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا اور ڈی آئی جی ہنر کے ساتھ ہی گھسٹتا ہوا عمران کی طرف چلا آیا۔ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ کو گھمایا اور ڈی آئی جی کی پشت اس طرف ہو گئی اور عمران نے صرف اسے اپنے بازو میں بکڑ لیا بلکہ وہی ہنر اس کی گردن کے گرد کس دیا۔ اب عمران کی پشت پر ستون تھا اور سامنے ڈی آئی جی۔ عمران کے سینے پر بندھی ہوئی رسیاں کٹ کر نیچے زمین پر جا گریں۔

”خبردار۔“ اگر کسی نے حرکت کی تو تمہارے ڈی آئی جی کی گردن توڑ دوں گا۔“ عمران نے چمکارتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے فیصل نے کرسی سے چھلانگ لگائی اور اپنے قریب کھڑے ہوئے سپاہی کے ہاتھ سے مشین گن چھینتا ہوا وہ عمران کی پشت پر آ گیا۔ کمرے میں موجود مسلح افراد کو شاید ان سے اتنی پھرتی کی امید نہ تھی اس لئے وہ مشین گنتیں ہاتھوں میں پکڑے دیکھتے رہ گئے۔

”خبردار۔“ اگر کسی نے حرکت کی تو بھون کر رکھ دوں گا۔“ فیصل نے کڑکدار لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں کسی سرچ لائٹ کی طرح گردش کر رہی تھیں۔

”دروازے کی طرف چلو۔“ عمران نے ڈی آئی جی کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ ڈی آئی جی کو لئے آگے بڑھ گیا۔ اس کے آگے بڑھتے ہی فیصل نے عمران کے ساتھ پشت لگائی اور وہ پوری طرح کمرے کو گور کئے ہوئے تھا۔

”تم لوگ زندہ بچ کر نہیں جا سکتے۔“ آئی جی نے دانت پیچے

عمران اور فیصل کو اپنے ہمراہ لئے ایک اور کمرے میں آگیا۔ یہاں میز اور کرسیاں موجود تھیں۔

”تشریف رکھئے مسٹر شاکل“ — آئی جی نے قدرے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”مسٹر تم دروازے کے باہر کھڑے ہو جاؤ میں نے آئی جی سے خاص بات کرنی ہے“ — عمران نے فیصل سے مخاطب ہو کر حکمانہ لہجے میں کہا۔ اور سنجوب تک میں نہ بلاؤں کسی کو اندر نہ آنے دیتا۔ عمران نے کہا اور فیصل اٹھ کر تیزی سے دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس نے باہر جا کر دروازہ بند کر دیا۔

”مسٹر شاکل میں سخت شرمندہ ہوں“ — آئی جی نے ندامت آمیز لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ تمہیں شرمندہ ہونا چاہئے“ — عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ آئی جی کچھ سمجھتا عمران کا دایاں ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور آئی جی کی کینٹی پر پٹاخہ سا چل گیا۔ عمران نے ہاتھ بھی ایسی جگہ اور اتنی قوت سے مارا کہ پہلے ہی ہاتھ پر آئی جی لڑتا ہوا کرسی سے نیچے آ رہا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ عمران نے اس کے بے ہوش ہوتے ہی انتہائی بھرتی سے اس کا لباس اتار کر خود پٹا اور اپنا لباس اسے پہنا دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے چہرے پر سے ایک پتلی سی جھلی اتاری اور پھر اسے آئی جی کے چہرے پر چڑھا دیا۔ اس جھلی کے ساتھ بال بھی موجود تھے اس

اور پھر ہنر اسے دے دیا گیا۔ آئی جی ہنر سنبھالے تیزی سے آگے بڑھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ہنر سے عمران کی کھال اڑھڑے گا مگر اس سے پہلے کہ وہ عمران تک پہنچتا عمران نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

”خبردار۔ اگر تم آگے بڑھے زیرو سینو الیون ایٹ بائی سکس“ — اور نجانے عمران کے کئے ہوئے الفاظ میں کیا جادو تھا کہ آئی جی یوں ٹھٹک گیا جیسے اس کے سامنے کوئی دیوار آگئی ہو۔

”کلک۔ کلک۔ کیا مطلب“ — آئی جی کا لہجہ لڑکھا گیا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت تھی۔

”نجانے تم جیسے احق کو کس نے آئی جی لگا دیا ہے۔ میں نے پوری کوشش کی کہ یہ ٹاپ سیکرٹ سب کے سامنے نہ کھلے مگر اب میں مجبور ہو گیا ہوں“ — عمران نے اسی طرح باوقار لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ ویری سوری سر۔ اب ہمیں کیا معلوم تھا“ — آئی جی نے ندامت آمیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے صبح سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا چھوڑ دو اٹھیں۔ اور آئی جی کے حکم پر فوری طور پر ان دونوں کی رسیاں کھول دی گئیں۔ فیصل یہ سب کچھ دیکھ کر حیرت سے بت بنا رہ گیا کہ آخر عمران نے کیا چکر چلایا ہے کہ ان سب کا رویہ یکدم بدل گیا ہے۔

”آئیے جناب میرے ساتھ آئیے“ — آئی جی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آؤ“ — عمران نے فیصل سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر آئی جی

سیلٹ کرتے ہوئے کہا۔

”میں سہر“۔۔۔ اور پھر اس سے پہلے کہ عمران اسے کوئی جواب دیتا دروازے کے پیچھے موجود فیصل جان بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس نے ڈی آئی جی کے گلے میں ہاتھ ڈال کر ایک زوردار جھٹکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا گھٹنا حرکت میں آیا اور ڈی آئی جی ایک ہی جھٹکے میں ڈھیلا پڑ گیا۔ گردن کے جھٹکے نے اسے شعور کی سرحدوں سے کھینچ کر بے ہوشی کی وادی میں پھینک دیا۔

”اس سے لباس بدل لو۔ جلدی کرو“۔۔۔ عمران نے فیصل سے کہا اور فیصل نے چند ہی لمحوں میں اس کے حکم کی تعمیل کر دی۔ اب عمران حرکت میں آیا اس نے فیصل کے چہرے سے بھی جھلی نوبچ کر ڈی آئی جی کے چہرے پر چڑھا دی اور پھر اس چپے باس کی مدد سے اس نے فیصل کے چہرے پر ڈی آئی جی کا میک اپ کرنا شروع کر دیا اور یہ اس کی مہارت تھی کہ اس نے میک اپ مکمل کرنے میں زیادہ سے زیادہ چند منٹ لگائے۔ اب انہیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی مجرم ہیں جنہیں رمیوں سے باندھا گیا تھا۔ عمران نے ڈی آئی جی کو اٹھا کر آئی جی کے ساتھ والی کرسی پر بٹھا دیا اور پھر اس کے بعد اس نے میز کی درازیں کھول کر اس کی تلاشی لینی شروع کر دی مگر درازوں سے اسے کوئی کام کی چیز نہ مل سکی۔ پھر وہ کمرے کی جنوبی دیوار میں لگی ہوئی الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس الماری میں مختلف رنگوں کی فالتیں موجود تھیں۔ اس نے تیزی سے فالتیں دیکھنی شروع کر دیں

لے جھلی پوری طرح فٹ ہوتے ہی آئی جی کا چہرہ بالکل عمران کی طرح کا ہو گیا۔ اس کام سے فارغ ہوتے ہی عمران نے جب سے ایک چپا سا پاکس نکالا اور پھر اس میں سے میک اپ کا سامان نکال کر اس نے اپنے چہرے پر آئی جی کا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھ انتہائی تیزی سے حرکت کر رہے تھے۔ اس نے میک اپ کرنے میں چند لمحوں سے زیادہ وقت نہ لیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے آئی جی کو اٹھا کر ایک کرسی پر بٹھا دیا اور خود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”فیصل اندر آ جاؤ“۔۔۔ عمران نے اصل لمبے میں کہا اور فیصل نے چونک کر ایک نظر عمران کو دیکھا اور پھر اندر آ گیا۔

”یہ آئی جی ہے“۔۔۔ فیصل نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں۔ پہلے تھا مگر اب یہ عمدہ میں نے سنبھال لیا ہے۔ بہر حال تم دروازے کے پاس پیچھے چھپ جاؤ میں ڈی آئی جی کو بلاتا ہوں۔ اس کا قہقہہ تمہارے برابر ہے“۔۔۔ عمران نے کہا اور خود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے سے باہر نکلتے ہی سامنے راہداری میں اسے ایک مسلح سپاہی نظر آ گیا۔

”ڈی آئی جی کو سلام بولو“۔۔۔ عمران نے آئی جی کے لمبے اور انداز کی نقل کرتے ہوئے کہا۔

”بہتر سر“۔۔۔ مسلح سپاہی نے مستعد ہوتے ہوئے کہا اور پھر وہ ایک طرف بڑھتا چلا گیا اور عمران واپس کمرے میں آ گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ڈی آئی جی اندر داخل ہوا۔ اس نے عمران کو

اور پھر ایک فائل دیکھتے ہی وہ بری طرح چونک پڑا۔ فائل پر ایس ایس ڈبلچو لکھا ہوا تھا اور اس کے نیچے سرخ رنگ کی پنسل سے خاموش چیخیں لکھا ہوا تھا۔ عمران نے تیزی سے فائل کھولی۔ اس میں دو صفحات موجود تھے۔ عمران نے ایک نظر ان صفحوں پر ڈالی اور پھر اس نے یہ دونوں صفحے فائل میں سے نوچ لئے اور فائل دوبارہ الماری میں رکھ دی اور کانڈ اس نے جیب میں ڈال لئے۔

”بس ٹھیک ہے کام بن گیا۔ آؤ اب نکل چلیں۔“ — عمران نے کہا اور پھر فیصل کو ساتھ لئے دروازے کی طرف بڑھا۔ کمرے سے باہر نکل کر وہ دونوں کمپاؤنڈ میں کھڑی ایک جیب کی طرف بڑھ گئے۔ ان کے میک اپ کی وجہ سے کسی نے انہیں نہیں روکا۔ عمران نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور فیصل اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ عمران نے کار شارٹ کی اور اس کا رخ باہر کی طرف موڑ دیا۔ وہاں پولیس افسروں نے اسے باقاعدہ سیلوٹ مارا اور عمران ہاتھ ہلا کر سلام کا جواب دیتا ہوا جیب پولیس ہیڈ کوارٹر سے باہر نکلاں چلا گیا۔ اس کی جیب میں خفیہ کانڈات موجود تھے اور چہرے پر گہرا اطمینان چھایا ہوا تھا۔

سیکرت سروس کے ممبران کو ٹرک پر لا کر دروازہ بند کر دیا گیا اور ٹرک تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ ٹرک کی چادریں فولاد کی بنی ہوئی تھیں۔ دروازہ بند ہوتے ہی صفحہ نے آگے بڑھ کر ٹرک کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ دروازے کو باہر سے لاک کیا گیا تھا۔

”اس بار برے بچنے ہیں۔ ایکسٹو کی پلاننگ میسر غلط تھی۔“ تنویر نے برا سامنے بتاتے ہوئے کہا۔

”وہ کس طرح؟“ — جولیا نے چونک کر پوچھا۔

”بھلا اس انداز میں داخلے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم علیحدہ علیحدہ کسی اور حیثیت سے ہاسانی ملک میں داخل ہو سکتے تھے۔ اگر ایک آدھ ممبر ان کے ہاتھوں گرفتار ہو جاتا تو دوسرے ممبر اسے ہاسانی چھڑوا سکتے تھے اب تو پوری سیکرت سروس ہی گرفتار ہو گئی ہے۔“ — تنویر



مگر پھر بھی آپ ہوشیار رہیں۔ اور۔۔۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”او کے۔ ہم ہوشیار رہیں گے۔ اور۔۔۔ جولیاء نے جواب دیا۔

”جس وقت کارواں پر حملہ ہو بہتر یہی ہے کہ آپ ٹرک کے فرش سے چٹ جائیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ فائرنگ کے تبادلے میں کوئی گولی ٹرک کی دیوار میں گھس جائے۔ اور۔۔۔ ڈی کیشن کی طرف سے ہدایت کی گئی۔

”ٹھیک ہے۔ آپ اپنا کام جاری رکھیں اور ہماری فکر نہ کریں۔ اور۔۔۔ اس بار جولیاء نے قدرے سخت لہجے میں جواب دیا۔

”او کے۔ اور اینڈ آل۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر پر چپکنے والا ہندسہ بھج گیا۔

”دیکھا تو یہ۔ تم خواہ مخواہ ایکسٹوکی برائی کر رہے تھے۔ اس ملک میں ایکسٹو کا ڈیپارٹمنٹ ہمارے لئے مسلسل کام کر رہا ہے۔ جولیاء نے غریہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔۔۔ تو یہ نے جواب دیا۔

”مس جولیاء ٹرک کی دائیں سائیڈ کی دیوار ٹرک کی باڈی کے ساتھ اسکرود سے کسی ہوئی تھی اور اسکرود کا رخ ہماری طرف ہے۔ کیوں نہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں۔۔۔ صفر نے اچانک کہا۔

نے دلائل پیش کرتے ہوئے کہا۔

”ایکسٹو نے جو پلان بنایا ہے ظاہر ہے کچھ سوچ کر ہی بنایا ہو گا۔ یہ بات تم سوچ سکتے ہو تو ایکسٹو بھی سوچ سکتا ہے۔۔۔ جولیاء نے ایکسٹو کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

”فی الحال ہمیں اس بات پر بحث کرنے کی بجائے یہ سوچنا چاہئے کہ ہم اس ٹرک سے کیسے نکلیں۔ یہ بات یقینی ہے کہ اگر ایک بار ہم ان کے ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے تو پھر وہاں سے نکلنا بچہ مشکل ثابت ہو گا۔۔۔ کپٹن شکیل نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا اچانک جولیاء بری طرح چونک پڑی۔ اس کی کلائی پر ضربیں لگ رہی تھیں اس نے پھرتی سے دستی گھڑی کا دھڑکن کھینچا اور گھڑی پر چھ کا ہندسہ سرخ رنگ میں چپکنے لگا۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ جولیاء نے گھڑی سے منہ لگاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی سرخ رنگ کا ہندسہ سبز رنگ میں تبدیل ہو گیا۔

”ہیلو۔ کیشن ڈی۔ تازان سرکل سپکنگ۔ اور۔۔۔ دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز ابھری۔

”ایس۔ ایس ایجنٹ سپکنگ۔ اور۔۔۔ جولیاء نے جواب دیا۔

”آپ اس وقت طہری اٹھلی جس کی قید میں ہیں اور آپ کو ہیڈ کوارٹر لے جایا جا رہا ہے مگر ہم نے آپ کو چھڑوانے کا مکمل بندوبست کر لیا۔ زیادہ سے زیادہ دس منٹ بعد ہم ان پر حملہ کر دیں

”وہ کس طرح“ — کیپٹن کلکلی نے چونک کر پوچھا۔

”ہم بجائے دس منٹ تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے کے کیوں نہ اپنے طور پر کوشش کریں مجھے یقین ہے کہ اگر ہم کوشش کریں گے تو دائیں سائیڈ کی چادر کو ٹرک کے فرش سے ہٹائیں گے اور بائیں سائیڈ کی چادر کو ٹرک کے فرش سے ہٹائیں گے۔“ — صفدر نے جواب دیا اور پھر اس نے جھک کر اپنے ایک جوتے کا تسمہ کھولنا شروع کر دیا۔ تسمہ کھول کر اس نے اس کا ایک سرا جو بالکل اسکرود رائیڈ کی طرح چپٹا تھا اور جس کی باقاعدہ دھار بنائی گئی تھی۔ ایک اسکرود رائیڈ درمیان کی جھری میں ڈال کر گھمانا شروع کر دیا۔ اسکرود چونکہ پہلے ہی ڈھلا تھا اس لئے ایک لمحے میں اس نے اسکرود نکال لیا۔ اس نے بعد اس نے دوسرے اسکرود پر زور آزمائی شروع کر دی اور پھر وہ اسے بھی کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ ابھی وہ دوسرے اسکرود کو کھولنے میں مصروف تھا کہ اس کا منصوبہ سب کی سمجھ میں آ گیا اور ان سب نے بھی تیزی سے اپنے اپنے تسمے نکالے اور دوسرے اسکرود پر زور آزمائی شروع کر دی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ کے عرصے میں انہوں نے تمام اسکرود کھول ڈالے۔ اب چادر کے آخری اور پہلے دو اسکرود باقی رہ گئے تھے۔ درمیان میں خاصا خلا بن گیا تھا اگر وہ چادر پر زور بھی دیا تو ڈالتے تو چادر ٹرک کے فرش سے ہٹ سکتی تھی اور وہ ہٹائیں گے۔ مگر انہوں نے فوری طور پر باہر نکلنے کا منصوبہ ترک کر دیا کیونکہ انہیں ٹرک کے پیچھے آنے والی جیپوں کی آوازیں برابر سنائی دے رہی تھیں اور ظاہر ہے کہ

باہر نکلنے ہی وہ انہیں نظر آ سکتے تھے اور انہیں بائیں سائیڈ کی چادر ہٹانے کا نشانہ بنایا جاسکتا تھا۔ چنانچہ ڈی سکشن کی کارروائی شروع ہونے تک انہوں نے خاموشی اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ٹرک بدستور خاصی رفتار سے سڑک پر دوڑا چلا جا رہا تھا کہ اچانک فضا زبردست دھماکوں سے گونج اٹھی۔ دھماکے پے در پے ہوئے۔ ٹرک میں بند ہونے کے باوجود وہ سب سمجھ گئے کہ ٹرک کے پیچھے آنے والی جیپوں پر بم پھینکے گئے ہیں۔ اور اسی لمحے ٹرک پر بھی فائرنگ ہوئی اور ٹرک کے ٹائر دھماکوں کے ساتھ پھٹ گئے اور ٹرک رک گیا۔

”باہر نکلو“ — جولیا نے چیخ کر کہا اور پھر صفدر اور کیپٹن کلکلی نے ٹرک کی دائیں طرف کی چادر کو دونوں کونوں سے اٹھایا اور سیکرٹ سروس کے ممبران انتہائی پھرتی سے نیچے کود گئے۔ آخر میں کیپٹن کلکلی اور صفدر بھی کود گئے۔ اب اس طرف سے فائرنگ ختم ہو گئی تھی اور انہیں ایک چنل ٹارگٹ سے جنگل کی طرف سے آنے کا اشارہ بھی کیا گیا اور وہ سب انتہائی تیزی سے دوڑتے ہوئے جنگل میں داخل ہو گئے اور ابھی وہ ٹرک سے تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ ٹرک کی باؤی ایک خوفناک دھماکے سے پھٹ گئی اور اس کے ٹکڑے فضا میں بکھر گئے۔ صفدر کی بروقت کارروائی سے ان کی جائیں بچ گئیں تھیں ورنہ جس طرح ٹرک پر بم پھینکا گیا تھا اگر وہ ابھی تک ٹرک کے اندر ہوتے تو یقیناً اس وقت ان میں سے ایک بھی سلامت نہ بچتا اور پھر ایک اور کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی فائرنگ بند ہو گئی۔

گئے بڑھ کر درختوں کے درمیان سے گزرتی چلی گئی۔ طویل القامت نوجوان بڑی مہارت سے جب چلا رہا تھا اس نے جیب کی ہیڈ لائٹس بھار کھی تھیں اس کے باوجود جیب یوں درختوں کے درمیان میں سے گزرتی چلی جا رہی تھی جیسے طویل القامت نوجوان کی ساری زندگی اس جنگل کے درمیان گزری ہو اور اسے ایک ایک درخت کی پوزیشن یاد ہو۔ ابھی جیب کو دوڑتے ہوئے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ آسمان پر گڑگڑاہٹ کی آوازیں سنائی دینے لگیں پورے لگتا تھا جیسے کئی جنگی ہیلی کاپٹر جنگل کے اوپر پرواز کر رہے ہوں پھر آسمان سے جنگل پر تیز روشنیاں بھیجی جانے لگیں۔ آسمان سے بھیجی جانے والی روشنیاں اتنی تیز تھیں کہ جاں جہاں سے وہ روشنی گزرتی نہ صرف وہ جگہ بلکہ اس پاس کا علاقہ بھی دن کی طرح روشن ہو جاتا مگر طویل القامت نوجوان روشنی سے جیب کو بچا کر بڑی تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر چند لمحوں بعد جب جیب ایک گھنے جھنڈ میں سے نکلی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جنگل کے درمیان ایک خالی قلعے پر پانچ چھ خیمے لگے ہوئے تھے اور وہاں تقریباً پانچ چھ شکاری ہاتھوں میں رائفلیں پکڑے کھڑے تھے جیب ان خیموں کے قریب جا کر رک گئی اور طویل القامت نوجوان کے اشارے پر سیکرٹ سروس کے سب ممبران نیچے اتر آئے۔

”اس وقت آپ سب ریاست جونا گڑھ کے شاہی شکاری ہیں راجہ صاحب ابھی کیمپ میں نہیں پہنچے۔“ طویل القامت نوجوان نے

فائرنگ رکھتے ہی درختوں پر سے سیاہ سونوں میں ملبوس نوجوان نیچے کود پڑے۔ ان میں سے ایک طویل القامت نوجوان جس کے ہاتھ میں مشین گن تھی تیزی سے صندوق وغیرہ کی طرف بڑھا۔

”آپ لوگ میرے ساتھ آئیں ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہیے۔“ اس نے قریب آ کر کہا اور وہ اس کے ساتھ ساتھ تقریباً بھاگتے ہوئے جنگل کی طرف گھٹے چلے گئے۔ تقریباً پانچ منٹ تک مسلسل بھاگنے کے بعد وہ درختوں کے ایک گھنے جھنڈ میں پہنچ گئے۔ اس جھنڈ کے اندر ایک لینڈ روڈر جیب موجود تھی۔ طویل القامت نوجوان نے جیب کا دروازہ کھول کر اندر سینوں پر پڑے ہوئے ملبوسات نکال کر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”ان میں سے اپنے اپنے سائز کے مطابق لباس چھانت کر جلد از جلد تبدیل کر لیں۔“ اور پھر وہ سب اپنے اپنے سائز کا لباس لے کر بجلی کی سی تیزی سے درختوں کی آڑ میں غائب ہوتے چلے گئے۔ چند لمحوں بعد وہ سب ایک ایک کر کے واپس ہوئے۔ اس دوران طویل القامت نوجوان بھی اپنا سیاہ لباس تبدیل کر چکا تھا۔ اب وہ ایک شکاری کے لباس میں تھا اور جو لباس اس نے ممبران کو دیئے تھے وہ بھی سب شکاریوں کے لباس تھے۔

”جلد نکال۔۔۔۔۔ طویل القامت نوجوان نے جیب کے مشین گن پر بیٹھے ہوئے کہا اور وہ سب پھرتی سے جیب میں لد گئے طویل القامت نوجوان نے جیب کا انجن شارت کیا اور جیب ایک جھلکے سے

نیچے اترتے ہی انہیں سمجھاتے ہوئے کہا اور ان سب نے اثبات سر ہلا دیے۔ خیموں پر موجود ریاست کے مخصوص نشانات سے وہ صورتحال کو پہلے ہی سمجھ چکے تھے۔

”مس صاحبہ آپ فوری طور پر لباس تبدیل کر لیں آپ ہمارا جو ناگزیر کی پرائیویٹ سیکرٹری ہیں اور میں ان کا نائب خاص ہوں میرا نام راجندر سنگھ ہے اور آپ کا نام مس میکمر آپ کا لباس اس سانے والے خیمے میں موجود ہے۔“ طویل القامت نوجوان نے جو لیا سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

راما ند پھاڑ کی چوٹی پر ہر طرف برف ہی برف نظر آ رہی تھی یہ چوٹی اتنی بلند تھی کہ یہ پورا سال برف کی دبیر تہ سے ڈھکی رہتی تھی کوہ پکاؤں کے مخصوص نقطہ نظر سے اس چوٹی کا سر کرنا تقریباً ناممکن تھا کیونکہ ایک تو اس کی چوٹی کی مخصوص بناوٹ اس قسم کی تھی کہ اس کی چٹانیں چاروں طرف سے بالکل سیدھی تھیں پھر چوٹی پر ہر وقت تیز آندھی چلتی رہتی تھی جس کی بنا پر برف کے بڑے بڑے گلیشیر اپنی جگہ سے کھسک کر طوفانی رفتار سے نیچے گرتے رہتے تھے یوں لگتا تھا جیسے راما ند کی چوٹی سے ہر وقت گلیشیروں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ مگر اس وقت اس چوٹی کے عین اوپر بڑے بڑے پتھروں سے ایک وسیع ہل تعمیر کیا جا چکا تھا اس ہل کے تعمیر میں مخصوص قسم کے مصنوعی پتھر استعمال کئے گئے تھے جو بیرونی سردی کو اپنے اندر جذب کر لینے کی صلاحیت رکھتے تھے اس طرح ہال کے اندر کا درجہ حرارت خاصا

بیچے جا نکلتا تھا اس چٹان کو پہلی پینڈ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ غرض یہ کہ کافرستان کی حکومت نے اپنی طرف سے اس بات کا پورا انتظام کیا تھا کہ یہ ہال خفیہ رہے اور طاقتور کیمرو بھی اس کی اصلیت کو ابانہ نہ کر سکے اس کے ساتھ ساتھ انہیں اطمینان تھا کہ اس ہال کو کسی بھی حالت میں تسخیر نہیں کیا جاسکتا۔ ہال کی تعمیر اور مشین کے نصب ہونے کے بعد یہاں سائنس دانوں، فنی ماہرین اور انجینئروں کی ایک خصوصی ٹیم تعینات کر دی گئی اس کے علاوہ سیکورٹی کا بھی خاص انتظام کیا گیا اور ہر ماہ کی ایک مخصوص تاریخ کو شفٹ کی تبدیلی ہونی طے پائی اس ہال کے ایک کمرے میں اس وقت پروفیسر مارٹن ایک میز کے بیچے بیٹھا ہوا تھا میز پر جدید ساخت کا انتہائی طاقتور ٹرانسمیٹر نصب تھا جس سے کافرستان میں ہر جگہ رابطہ قائم کیا جاسکتا تھا وزیر اعظم کافرستان نے پروفیسر مارٹن کو اس مشن کا انچارج مقرر کیا تھا اور اسے اس بات کی آزادی دی تھی کہ وہ جس طرح چاہے یہاں کے نظام کو کنٹرول کرے اس پوری عمارت میں صرف ایک عورت تھی اور یہ پروفیسر مارٹن کی سیکرٹری مس روما تھی۔ پروفیسر مارٹن ذاتی طور پر خاصہ رنگین مزاج واقع ہوا تھا اس لئے مس روما اس کی سیکرٹری ہونے کے ساتھ ساتھ دوست بھی تھی۔ حکومت نے بھی مس روما کی تقرری اس لئے منظور کر لی تھی کہ پروفیسر ذہنی طور پر نارمل رہے۔ پروفیسر مارٹن نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک چھوٹا سا ٹین دبایا تو مس روما تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی۔ مس روما خاصی قبول صورت اور صحت

خوشگوار رہتا تھا اس ہال کی تعمیر گزشتہ ایک ماہ سے مسلسل جاری تھی اور مخصوص قسم کے پہلی کاپڑوں کے ذریعے یہ پتھر چوٹی پر لے آئے گئے تھے اور پھر مخصوص لباس میں فن تعمیر کے ماہرین بڑی تیزی سے اس ہال کی تعمیر میں دن رات مصروف تھے۔ حکومت کافرستان اس ہال میں پروفیسر مارٹن کی وہ مشین نصب کرنا چاہتی تھی جسے ایس ایس ڈبلیو کہا جاتا تھا۔ پروفیسر مارٹن نے ہال کی تعمیر کے دوران طاقتور ریجن کی مشین تیار کر لی تھی اور ہال کی تعمیر کے بعد اب پروفیسر مارٹن کی نگرانی میں یہ دیو میکل مشین اس ہال میں نصب کی جا رہی تھی۔ ہال کے اندر چتروں سے ہی مختلف کمرے تیار کئے گئے تھے اور یہاں تازہ ہوا کی فراہمی کے بھی مخصوص انتظامات کئے گئے تھے اس کے ساتھ ساتھ پہلی پیدا کرنے کے لئے ایک خود کار جہیز بھی نصب کیا گیا تھا۔ ہال کے درجہ حرارت کو کنٹرول کرنے کے لئے مخصوص انتظامات کئے گئے تھے غرض یہ کہ ہال جدید ترین سائنس کا ایک کمال تھا اس ہال کے پتھروں میں اتنا وزن اور دباؤ سہارنے کی طاقت تھی کہ برف کی دبیز تہہ اور تیز ہوا اور گلیشیروں کی بارش اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھیں چونکہ چوٹی پر ہر وقت برف جمی رہتی تھی اس لئے ہال کی دیواروں اور چھتوں پر بھی برف کی موٹی سی تہہ جم گئی تھی چنانچہ اب یہ ہال برف کے ایک بڑے ڈھیر کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ہال میں داخلے اور باہر نکلنے کے لئے ایک مخصوص راستہ تیار کیا گیا تھا اور یہ راستہ ہال کے اندر سے ایک سرنگ میں سے ہو کر ہال سے کافی دور ایک بڑی چٹان کے

کہا۔

”ٹھیک ہے باس۔ آپ بے فکر رہیں میں سب کو اچھی طرح چیک کر لوں گی مگر اس سلسلے میں مجھے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ مجھے کتنی مہلت مل سکتی ہے۔ مس رومانے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ہاں۔ اس سلسلے میں میں تمہیں پندرہ دن دے سکتا ہوں۔“  
 پروفیسر مارٹن نے جواب دیا۔

”او کے باس۔ آپ بے فکر رہیں میں پندرہ دن سے پہلے ہی سب کچھ معلوم کر لوں گی۔“  
 مس رومانے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”مگر اس بات کا خیال رکھنا کہ ضرورت سے زیادہ ان کے ساتھ نہ چپک جانا۔“  
 پروفیسر مارٹن نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

”آپ کو شکایت نہیں ہو گی سر۔“  
 مس رومانے مسکراتے ہوئے کہا۔

”او کے۔ اب تم جا سکتی ہو۔“  
 پروفیسر مارٹن نے کہا اور مس رومانہ کمرے سے باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد پروفیسر مارٹن نے ٹرانسپیر کا فٹن آن کیا اور وارا اٹھوٹ کی سائنس ریسرچ لیبارٹری کے انچارج سے ضرورت کے سامان کے متعلق بات چیت میں مصروف ہو گیا۔

مند جسم کی مالک تھی۔ اس کے چہرے پر ایک پرکشش مسکراہٹ ہر وقت ریختی رہتی تھی جس کی وجہ سے اس کے حسن میں اضافہ ہو گیا تھا۔

”لیس باس۔“  
 مس رومانے انتہائی مودبانہ لہجے میں پوچھا۔  
 ”نیٹو۔“  
 پروفیسر نے اپنے گنبے سر پر ہاتھ پھرتے ہوئے کہا  
 اور مس رومانہ خاموشی سے میز کی دوسری طرف پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔

”دیکھو مس رومانہ اب ہم مشین کی تنصیب سے فارغ ہو گئے ہیں اور اس کے پہلے تجربے کا وقت آتا جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے وزیر اعظم کافرستان بنفس نفیس اس تجربے کے لئے یہاں آئیں اس لئے ہمیں اب پوری طرح چوکنا رہنا پڑے گا۔“  
 پروفیسر مارٹن نے کہا۔

”لیس باس۔ میں سمجھتی ہوں۔“  
 مس رومانے جواب دیا۔  
 ”دیکھو جس بات کے لئے میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے اسے غور سے سنو۔ یہاں ماہرین کی ٹیم موجود ہے گو وہ فن تعمیر کے ماہرین ہیں مگر مجھے خدشہ ہے کہ کہیں ہمارے دشمن ماہرین کی آڑ میں اپنے ایجنٹ یہاں نہ بھیج دیں یا ان میں کوئی دشمن کا ایجنٹ ہو میں کسی قیمت پر کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم اس سلسلے میں کام کرو۔ تم ان ماہرین سے قریبی تعلقات پیدا کرو اور ان کے ذہن ٹٹولنے کی کوشش کرو تاکہ تجربے سے پہلے میں ان ماہرین کے متعلق اچھی طرح جان جاؤں۔“  
 پروفیسر مارٹن نے مس رومانہ کو سمجھاتے ہوئے

گڑھ سے بات چیت ہو چکی ہے اس لئے ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ تم انہیں صرف ناثران کا لفظ کہہ دینا باقی سب کچھ وہ سمجھ جائیں گے۔ اب تم نے انہیں راماند پھاڑ کے قریبی بستی جھنی پہنچانا ہے اس کے بعد تمہاری ڈیوٹی ختم۔ اور۔۔۔ ناثران نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”جھنی تو جونا گڑھ کا دارالحکومت ہے۔ کیا انہیں شاہی محل میں پہنچایا جائے گا۔ اور۔۔۔ انچارج نے پوچھا۔

”ہاں۔ بہر حال اس بات کا خیال رکھنا کہ انہیں جلد از جلد اور بحفاظت وہاں تک پہنچایا جائے۔ اور۔۔۔ ناثران نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

”بہتر سر۔ اور۔۔۔ انچارج نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اور اینڈ آل۔۔۔ ناثران نے کہا اور مین دبا کر ٹرانسیر آف کر دیا۔ ابھی اس نے ٹرانسیر کا مین آف کیا ہی تھا کہ کمرے کی سائے والی دیوار پر موجود سکرین کے اوپر لگا ہوا سرخ رنگ کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ ناثران نے چونک کر میز کے کنارے پر لگا ہوا مین دیا۔ مین دیتے ہی سکرین روشن ہو گئی اور دوسرے لمحے وہ بری طرح چونک پڑا۔ سکرین پر آئی جی پولیس اور ڈی آئی جی پولیس کی شکلیں نظر آ رہی تھیں۔ اس کے ذہن میں زلزلہ سا آگیا۔ اس نے یہی سمجھا کہ پولیس نے ہیڈ کوارٹر پر ریڈ کر دیا ہے مگر دوسرے لمحے ان میں سے

کمرہ تیز سٹی کی آواز سے گونج اٹھا۔ ناثران نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر میز پر رکھے ہوئے ٹرانسیر کا مین آن کر دیا۔ دوسرے لمحے سٹی کی آواز کی بجائے ایک مردانہ آواز ٹرانسیر سے ابھری۔

”انچارج یکشن ڈی سپکنگ اور۔۔۔ دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”لیس ناثران سپکنگ اور۔۔۔ ناثران نے باوقار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”باس ہم نے سیکرٹ سروس کے ممبرز کو ملٹری اٹھلی جنس کی گرفت سے آزاد کرا لیا ہے اور اب پروگرام کے مطابق وہ مہاراجہ جونا گڑھ کے شکاری کیپ میں پہنچ چکے ہیں۔ اور۔۔۔ انچارج نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”دیری گڈ۔ اب ان کی حفاظت تمہارے ذمہ ہے۔ مہاراجہ جونا

ایک کی آواز کمرے میں گونجی۔

”جلدی پھانگ کھولو۔ عمران بول رہا ہوں ایسا نہ ہو کہ کہیں ہماری بد قسمتی کا پھانگ کھل جائے۔“ سکرین پر اسے آئی جی پولیس کے لب ہٹے ہوئے نظر آئے۔ یہ ناثران کے لئے ایک اور ذہنی دھماکا تھا مگر وہ عمران کی آواز اچھی طرح پہچانتا تھا اس لئے اس نے تیزی سے دو مختلف رنگوں کے بنن دیا دیئے اور اس کے ساتھ ہی سکرین صاف ہو گئی۔ ناثران تیزی سے اٹھا اور پھر دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ذہن میں جھونچال آیا ہوا تھا۔ وہ تو یہی سمجھ رہا تھا کہ عمران اور فیصل جھمنی کی طرف چلے گئے ہیں مگر اب وہ آئی جی اور ڈی آئی جی کے روپ میں واپس آئے۔ یہی چکر اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ یہی سوچتا ہوا وہ ابھی دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ اچانک پلٹ کر واپس میز کی طرف آگیا۔ کرسی پر بیٹھے ہی اس نے بڑے چوکنے انداز میں ایک سرخ رنگ کے بڑے سے بنن پر انگلی رکھ لی۔ اصل میں وہ ابھی تک آنے والوں کی طرف سے مشکوک تھا کیونکہ اس کا ذہن تسلیم نہیں کر رہا تھا کہ آنے والا واقعی عمران ہے۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ڈانچ ہو۔ اس صورت میں اسے صرف یہی سرخ رنگ کا بنن دینا پڑے گا اور پوری عمارت ایک دھماکے سے اڑ جائے گی۔ وہ سیکرٹ سروس کے راز کسی صورت میں بھی دشمن کے ہاتھ میں جانے دینے پر رضامند نہیں تھا اور پھر وہ اس لئے بھی پلٹ آیا تھا کہ اگر آنے والا واقعی عمران ہے تو وہ خود بخود آپریشن روم میں پہنچ جائے گا۔

چند لمحوں بعد دروازے کے اوپر لگا ہوا سرخ رنگ کا بلب جل اٹھا اور ناثران نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی اس کے تھے ہوئے اعصاب قدرے ڈھیلے پڑ گئے کیونکہ آنے والے اس کمرے تک پہنچ گئے تھے۔ اس نے ایک اور بنن دیا اور دروازہ کھلتا چلا گیا اور سکرین پر نظر آنے والے آئی جی پولیس اور ڈی آئی جی اندر داخل ہوئے۔

”آپ اور اس طے میں۔ آپ تو جھمنی کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔“ ناثران نے اٹھ کر ان کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ روانہ تو ہوئے تھے مگر پولیس نے ہمیں واپس اوھر روانہ کر دیا اور اگر روانہ ہی ہوتا ہے تو اوھر کیا اور اوھر کیا؟“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ فیصل ابھی تک خاموش کھڑا تھا۔

”بیٹھ جائیے مسٹر ڈی آئی جی۔ یہ بھی اپنا ہی بار ہے۔“ عمران نے فیصل سے مخاطب ہو کر کہا اور فیصل خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ چونکہ پہلی بار ہیڈ کوارٹر میں آیا تھا اس لئے اس کی نظروں میں قدرے حیرت کے آثار تھے اور پھر عمران نے تفصیل کے ساتھ پروفسر کے فارم سے پولیس ہیڈ کوارٹر اپنی روانگی اور پھر وہاں سے یہاں تک کی روانگی کا حال سنا دیا۔

”اوہ۔ بڑا ہنگامہ خیز سلسلہ ہے۔ شاگل کو جب اطلاع ملے گی تو وہ پاگل ہو جائے گا۔“ ناثران نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

”دونوں ہم قافیہ ہیں کیا فرق پڑتا ہے۔ شاگل نہ سہی پاگل



کے لیے میں شدید کڑنگی تھی۔

”ہاں اور ان کا انجام بھی درندوں جیسا ہو گا۔ تباہی ان کا مقدر بن

چکی ہے۔“ — عمران کے لیے میں ابھی تک غراہٹ تھی۔

”مگر عمران صاحب آخر یہ کس قسم کی مشین ہے جو بغیر دھاکے کے  
لاکھوں افراد کو موت کے منہ میں پہنچا دیتی ہے؟“ — نازان نے  
الجھے ہوئے لیے میں کہا۔

”میں کچھ کچھ سمجھ گیا ہوں۔ فائل کے اوپر اس کے دو نام لکھے  
ہوئے تھے۔ ایس ایس ڈبلیو اور خاموش چیخیں اور شکر گڑھ کے حادثے  
میں ہلاک ہونے والوں کی حالت دیکھ کر میں ان کے آئیڈیے تک پہنچ  
گیا ہوں۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”کیا آپ اس آئیڈیے پر روشنی ڈال سکتے ہیں؟“ — نازان نے  
پوچھا۔

”جہاں تک میرا خیال ہے یہ سب کچھ آواز کی لہروں سے ہوا ہے۔  
اس کو مختصر طور پر یوں سمجھ لو کہ آواز کی لہریں مختلف طاقتوں کی ہوتی  
ہیں۔ انسانی کان ایک حد تک اونچی آواز سن سکتے ہیں اس سے زیادہ  
طاقت کی آواز سنائی تو نہیں دیتی مگر وہ زبردست تباہی پھیلا دیتی ہے یعنی  
ایسی چیخ جو انسانی کانوں کے لئے خاموشی کے مترادف ہے مگر اس کی  
طاقت انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے ہم  
خاموش چیخ کہہ سکتے ہیں۔ شکر گڑھ میں میں نے انسانی کانوں سے خون  
کھلا ہوا دیکھا تھا اور فائل پر خاموش چیخیں لکھا ہوا تھا اس سے صاف

سی۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور نازان بے اختیار ہنس  
دیا۔ فیصل کے لیوں پر بھی ہلکی ہلکی مسکراہٹ تیرنے لگی۔

”نیم کا کیا حال ہے۔ کہاں تک پہنچی ہے وہ؟“ — عمران نے  
اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا اور نازان نے نیم کے متعلق اب  
تک کی تمام تفصیل بتا دی۔

”ٹھیک ہے۔“ — عمران نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا پھر  
اس نے جب میں ہاتھ ڈال کر وہ کانڈ نکال لئے جو وہ پولیس ہیڈ کوارٹر  
میں موجود فائل سے اڑا لایا تھا۔ اس نے میز پر پڑے ہوئے کانڈ کو  
اپنی طرف کھسکایا اور پھل اٹھا کر اس فائل کے مندرجات کو ڈی کوڈ  
کرنے میں مصروف ہو گیا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک وہ مختلف حروف کانڈ  
پر لکھتا رہا اور کانٹا رہا پھر اس نے تیزی سے فہرے لکھنے شروع کر  
دیئے۔ جیسے جیسے وہ فہرے لکھتا جا رہا تھا اس کی آنکھوں میں دھشت  
کے سائے ابھرتے چلے آ رہے تھے۔

”اوہ۔ انتہائی بھیاںک منصوبہ ہے۔ انتہائی بھیاںک۔ اسے فوراً اور  
ہر قیمت پر تباہ ہونا چاہئے۔“ — عمران کے لیے میں زخمی بھیڑیے کی  
سی غراہٹ تھی۔

”کیا بات ہے۔ کیسا منصوبہ۔“ — نازان نے چونک کر پوچھا اور  
عمران نے کانڈ اس کی طرف بڑھا دیا اور پھر نازان کے چہرے پر بھی  
وہی تاثرات ابھر آئے جو عمران کے چہرے پر تھے۔

”یہ لوگ انسان نہیں بھیڑیے ہیں۔ درندے ہیں۔“ — نازان

”کھن قسم کے لفظ سیری لغت میں نہیں ہوتے۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا اب ہمیں جس قدر جلد ممکن ہو جھنی پہنچنا چاہئے۔ مزید دیر ہمارے لئے تباہ کن ثابت ہوگی۔“ — عمران نے دانت پیٹتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ اب ہمیں کوئی جواز ہائی جیک کرنا چاہئے۔ جھنی میں مہاراجہ کا رن وے موجود ہے۔“ — ناثران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ رن وے پر اترنے کے بعد کافرستان کی تمام قوت جھنی پر مرکوز ہو جائے گی اور اس نازک مشن کی خاطر ہر لوگ مہاراجہ کا بھی خیال نہیں کریں گے۔ ہمیں راستے میں ہی اترنا پڑے گا۔ بہر حال خیال ٹھیک ہے جواز والا آئیڈیا اچھا ہے۔ ہم میک اپ بدل لیں تم بھی تیار ہو جاؤ ہم تینوں چلیں گے۔“ — عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ خود تیزی سے کمرے سے ملحقہ باہر روم میں کھس گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب عمران باہر آیا تو وہ ایک عام کافرستانی نوجوان کے روپ میں تھا۔ عمران نے فیصل کا بھی میک اپ کیا اور ایک کانفڈ سٹیٹ کر اس نے ضروری سامان کی لسٹ بنائی شروع کر دی۔

”یہ سامان ایک گھنٹے کے اندر مہیا کر دو۔ ہم شام کو جواز ہائی جیک کریں گے۔“ عمران نے ناثران کی طرف کانفڈ بدھاتے ہوئے کہا اور ناثران نے سر ہلا دیا اور پھر کانفڈ باہر میں تھاے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا اور عمران نے کرسی کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں بند کر لیں۔

ظاہر ہوتا ہے کہ پروفیسر مارٹن نے ایسی مشین ایجاد کی ہے جو آواز کی انتہائی طاقتور لہریں پیدا کرتی ہے۔ یہ لہریں چونکہ انسانی کانوں کی حد سماعت سے اونچی ہوتی ہیں اس لئے کسی قسم کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی مگر یہ لہریں ہر طرف تباہی پھیلا دیتی ہیں۔ شکر گڑھ پر انہی خاموش چیخوں کا تجربہ کیا گیا اور اب یہ تجربہ رمانند چوٹی کے ذریعے زیادہ وسیع پیمانے پر کیا جا رہا ہے یعنی لاکھوں افراد کی انتہائی خاموشی سے ہلاکت۔ — عمران کہ لمحے میں وحشت کی جھلکیاں موجود تھیں۔

”اس کا مطلب ہے ایس ایس ڈبلیو سے ان کی مراد سپر ساؤنڈ ویوز ہے۔“ — ناثران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اس کا یہی مطلب نکلتا ہے اور اس کانفڈ سے اس بات کا ثبوت مل گیا ہے کہ وہ جلد ہی رمانند پہاڑ کی چوٹی پر موجود لیبارٹری سے ہمارے ملک کے سرحدی شہر جوشان کو نشانہ بنانے والے ہیں۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”اس سلسلے میں میں نے آپ کو اطلاع دی تھی۔“ — ناثران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں مگر وہ صرف اطلاع تھی اور اب بات یقینی ہو چکی ہے۔ ہمیں جس قدر جلد ممکن ہو سکے اس لیبارٹری کو تباہ کرنا ہو گا۔“ — عمران نے کہا۔

”مگر عمران صاحب رمانند پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنا انتہائی کٹھن مرحلہ ہے۔“ — ناثران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

بیچے کھڑا ہو گیا۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں موجود تھیں اور وہ سب بیدار ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔  
 ”جنگل کی تلاشی ابھی طرح لے لی گئی ہے۔“ ایک طویل القامت آفسر نے مڑ کر دستے کے انچارج سے کہا۔  
 ”تیس سرب جنگل میں اس کیپ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔“ انچارج نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”ہوں۔ طویل القامت آدمی نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ کیپ کی طرف بڑھنے لگا۔ باقی افراد اور حفاظتی دستہ اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ کیپوں میں موجود تمام افراد اپنے اپنے کیپوں سے باہر آ گئے تھے۔ ان سب کے چہروں پر حیرت کے تاثرات تھے۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر اترنے والے کیپ کے قریب پہنچے وہ شخص جو صفر وغیرہ کو میاں لے آیا تھا اور جس نے اپنا نام راجندر سنگھ بتایا تھا آگے بڑھا۔  
 ”آپ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ یہ مارا جہ جونا گڑھ کا شکاری کیپ ہے۔“ راجندر سنگھ نے بڑے باوقار لہجے میں اس طویل القامت سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا جو سب سے آگے آئے تھے۔  
 ”ہمیں معلوم ہے۔ کیا مارا جہ جونا گڑھ کیپ میں موجود ہیں۔“ طویل القامت نے سرد لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ وہ ابھی نہیں پہنچے۔ مگر کسی بھی لمحے وہ یہاں پہنچ سکتے ہیں۔“ راجندر سنگھ نے اسی طرح باوقار لہجے میں جواب دیا۔ طویل القامت نے ایک نظروں میں موجود تمام شکاریوں پر ڈالی اور پھر

جولیا اور ٹیم کے دوسرے ممبروں نے شکاری کیپ میں پہنچنے ہی منہ ہاتھ دھو کر اپنا حلیہ درست کیا اور اب وہ سب شکاریوں کے مخصوص لباس میں تھے جبکہ جولیا مارا جہ کی پرسنل سیکورٹی کا روپ دھار چکی تھی۔ انہیں ابھی طرح معلوم تھا کہ ابھی ان کے کیپ کو گھیر لیا جائے گا اس لئے وہ ہر صورت حال سے بچنے کے لئے ذہنی طور پر پوری طرح تیار تھے اور پھر وہی ہوا تقریباً آدھے گھنٹے بعد بے شمار ہیلی کاپٹر جنگل پر پرواز کرتے ہوئے نظر آئے۔ اس کے ساتھ ساتھ بیچوں کا شور بلند ہوا اور کیپ میں موجود تمام افراد چوکنے ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد کیپ کو چاروں طرف سے ملٹری کے سپاہیوں نے گھیر لیا اور پھر ایک ہیلی کاپٹر کیپ کے سامنے خالی جگہ پر اترا۔ اس میں سے چار افراد باہر آ گئے۔ یہ چاروں سادہ لباس میں تھے۔ ان کے باہر آتے ہی ملٹری کا ایک دستہ تیزی سے آگے بڑھا اور پھر ان کے

ہیں۔۔۔ راجندر سنگھ نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔“ طویل القامت نے جواب دیا اور پھر گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

”ہمارا چارہ لہجوں میں پہنچنے والے ہیں۔“ ابھی اس کا فقرہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ آسمان پر ایک ہیلی کاپٹر کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ یہ سرخ رنگ کا ہیلی کاپٹر تھا اور اس پر ریاست جوٹا گڑھ کا مخصوص نشان نظر آ رہا تھا۔

”ہمارا آگئے۔“ راجندر سنگھ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ہمارا چارہ کا ہیلی کاپٹر کمپ کے سامنے اتر گیا۔ ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھلا اور پھر ادھڑ عمر اور بڑی بڑی مونچھوں والا ہمارا چارہ بیٹے شاہانہ انداز میں باہر آ گیا۔ طویل القامت اپنے ساتھیوں سمیت ان کی طرف بڑھا۔ ہمارا چارہ بڑی حیرت بھری نظروں سے اوہر ادھر دیکھ رہے تھے۔ طویل القامت نے آگے بڑھ کر جیب سے ایک کارڈ نکالا اور ہمارا چارہ کی طرف بڑھا دیا۔ ہمارا چارہ نے ایک نظر کارڈ پر ڈالی اور پھر ان کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات کچھ اور ابھر آئے۔

”آپ لوگ یہاں کیوں موجود ہیں۔ کیا پتھر ہے۔“ ہمارا چارہ کے لیے میں بکلی سی تجنی تھی۔

”ہنہائی نس۔ دشمن ملک کے چند ایجنٹ ملٹری سیکرٹ سروس کے ہاتھوں سے اسی جنگل میں فرار ہو گئے ہیں۔ ہم نے پورے جنگل میں انہیں تلاش کیا ہے مگر ان کا کہیں کوئی نشان نہیں ملا۔ اس جنگل میں

راجندر سنگھ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”کیا تم سب واقعی ہمارا چارہ کے شکاری ہو۔“ طویل القامت کا لہجہ بید سرد تھا۔

”جی ہاں۔ آپ کو کیا شک ہے۔“ راجندر سنگھ نے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں اور اسی لئے ہم یہاں آئے ہیں۔ تم سب اپنے آپ کو حراست میں سمجھو۔ اگر کسی نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو نتائج کی ذمہ داری تم سب پر ہوگی۔ ہمارا چارہ کے آنے کے بعد اس بات کا فیصلہ ہو گا کہ آپ لوگ کون ہیں۔“ طویل القامت نے اسی لہجے میں کہا۔

”مگر ہمیں حراست میں لئے جانے کا مقصد بھی معلوم ہونا چاہئے۔“ راجندر سنگھ نے اچھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”دشمن ملک کے کچھ ایجنٹ اسی جنگل میں ہماری حراست سے فرار ہو گئے ہیں اور پورے جنگل کی ناکہ بندی کر لی گئی ہے۔ کہیں بھی ان کا نشان نہیں ملا اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ایجنٹ آپ لوگوں کے درمیان موجود ہیں۔“ طویل القامت نے جو ملٹری سیکرٹ سروس کا سربراہ زیرو ون تھا، انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہمارے کمپ میں ایسا کوئی فرد موجود نہیں ہے اور نہ ہی ادھر کوئی آیا ہے۔ ہم سب ہمارا چارہ کے پرانے خدمت گار ہیں۔ ہمارا چارہ ہم سب کو اچھی طرح پہچانتے

صرف آپ کا شکاری کیمپ موجود ہے اسی لئے ”—— زیرو ون نے قدرے مودبانہ مگر سرو لہجے میں کہا۔

”اسی لئے تمہیں شک ہے کہ دشمن کے ایجنٹ یہاں موجود ہیں۔“  
 مہاراجہ نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ہزناس۔ درست سمجھے ہیں ہم کیمپ کی چیکنگ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا انتظار تھا۔ آپ یہ دیکھیں کہ کیا یہاں موجود لوگ واقعی آپ کے آدمی ہیں یا نہیں“ ————— زیدوون نے کہا۔

”ٹھیک ہے دیکھ لیتے ہیں آپ بے فکر رہیں ہم آپ سے مکمل تعاون کریں گے۔ آئیے ہمارے ساتھ۔“ مہاراجہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ انہیں لے کر کیمپ کی طرف بڑھ گیا جہاں مہاراجہ کے شکاریوں کے ساتھ ساتھ سیکرٹ سروس کے ممبران موجود تھے۔ جیسے ہی مہاراجہ راجندر سنگھ کے پاس پہنچا راجندر سنگھ نے باقاعدہ فوجی سیلٹ کیا اور مودب کھڑا ہو گیا۔

”راجندر سنگھ یمان دشمن کے ایجنٹ تو نہیں آئے۔“ مہاراجہ نے کہا اور اسی لمحے ان کی نظریں صفدر اور اس کے ساتھیوں کی طرف اٹھ گئیں اور اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات ابھرنے لگے۔

”نہیں جناب۔ ہم سب یہاں موجود ہیں۔ ناثران ہمیں یہاں پہنچا کر واپس چلا گیا تھا۔“ راجندر سنگھ نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا اور ناثران کا لفظ سننے ہی مہاراجہ یکدم چونک پڑے۔ دوسرے لمحے ان کا چہرہ رسکون ہو گیا۔

”ہناؤں۔ آپ ان کے چہرے، جسامت اور قد و قامت کو اچھی طرح دیکھیں۔ کیا آپ انہیں اچھی طرح پہچانتے ہیں؟“ — زیروون نے مودبانہ لہجے میں کہا۔ ہمارا بچہ آگے بڑھے اور پھر وہ ایک ایک ذی کے پاس پہنچ کر رکے، اسے غور سے دیکھتے اور پھر سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھ جاتے۔

”یہاں سب میرے اپنے پرانے حکامری موجود ہیں اور ان میں کوئی شخص اپنی نہیں ہے۔“ — ہمارا جہ نے اطمینان بھرے لہجے میں زبوروں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب مگر ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم ان سب کو اپنے طور پر چیک کر لیں“ — زیرِ دون نے قدرے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں ہاں۔ اجازت ہے مگر یہ سب بکھیرا جلد از جلد ختم ہو جانا چاہئے تم نے میرا موڈ غارت کر دیا ہے۔“ مہاراجہ نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔ زیرو ون نے مہاراجہ کو جواب دینے کی بجائے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور پھر دو آدمی آگے بڑھ آئے ایک کے ہاتھ میں امونیا کی بوتل تھی جبکہ دوسرے کے ہاتھ میں تولیہ تھا۔ پھر ایک ایک آدمی کے چہرے کو امونیا سے دھویا گیا اور تولیے سے خوب دگڑا گیا مگر چونکہ وہ سب اصلی چہروں میں تھے اس لئے زیرو ون کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔

”ٹھیک ہے جناب ہم معذرت خواہ ہیں۔“ — زیرو ون نے  
طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔



”ہیلو ہیلو۔ کنٹرول ٹاور سیشل ایئر پورٹ اسپیکنگ۔ ٹاپ سیکرٹ  
 مسج۔ ابھی ابھی ایئر پورٹ سے خصوصی پرواز جائے گی بینگر نمبر تین کا  
 جہاز رن وے پر پہنچا دیا جائے۔ سیکورٹی پوری طرح الٹ رہے۔  
 سرحدی چوکیوں کے لئے مسج۔ پلیر فوٹ کر لیں۔ کار نمبر ایف آئی  
 آئی تین صفر تین چار میں تین افراد کو پوری حفاظت سے ایئر پورٹ  
 پہنچا دیا جائے۔ چیف سیکرٹری منسٹری آف ڈیفنس مسج۔ کوڈ زیرو ون  
 زیرو ٹو۔ دوبارہ سنیں۔“ آپریٹر نے یہی پیغام دوبارہ دوہرایا اور پھر  
 ٹرانسپیر ہند کر دیا۔ اب وہ پوری طرح چوکنا ہو کر کنٹرول مشینوں کو  
 چپک کرنے میں مصروف ہو گیا۔ رن وے کی قباہن جلا دی گئیں اور  
 بینگر نمبر تین پر تیزی سے نقل و حرکت شروع ہو گئی۔ بینگر نمبر تین کا  
 دروازہ کھول دیا گیا اور پھر ایک چھوٹا سا جہاز باہر نکالا گیا۔ چھوٹی سی  
 جیب کے پیچھے اسے ہب کر دیا گیا اور جیب اسے لئے ہوئے رن وے  
 پر دوڑنے لگی۔

”تھیں تھیں۔ کنٹرول اور پر ڈیوٹی پر موجود نوجوان بڑے اطمینان سے  
 کرسی پر بیٹھا ایک ضخیم ناول کے مطالعہ میں مصروف تھا جبکہ کنٹرول  
 روم کے باہر بیٹھا ہوا چھڑاسی اوگھ رہا تھا۔ رات آدمی سے زیادہ گزرو  
 چکی تھی۔ وہ سب اپنی اپنی جگہ اطمینان سے اور فارغ بیٹھے ہوئے تھے  
 کیونکہ شیڈول میں کسی پرواز کے آنے یا جانے کا کوئی پروگرام نہیں تھا  
 البتہ ہنگامی بنیادوں پر کسی بھی وقت کوئی پرواز یہاں سے جایا آ سکتی  
 تھی۔ اچانک کنٹرول ٹاور میں موجود ٹیلی فون کی کھنٹی زور سے بج اٹھی  
 اور نوجوان نے چوک کر سر اٹھایا اور پھر جھپٹ کر رسیور اٹھا لیا۔

”تیس ڈیوٹی روم۔“ نوجوان نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”چیف سیکرٹری منسٹری آف ڈیفنس اسپیکنگ۔ سیشل پرواز کے لئے  
 تیار ہو جائیں۔ سب کو الٹ کر دیا جائے۔ سرحدی چوکیوں کو چوکنا کر  
 دیا جائے۔ تین افراد کار نمبر ایف آئی آئی تین صفر تین چار میں  
 ایئر پورٹ پر پہنچیں گے وہ خود جہاز پاگلٹ کریں گے۔ ٹاپ سیکرٹ۔“  
 چیف سیکرٹری کی باوقار آواز سنائی دی۔

”کوڈ سر۔“ آپریٹر نے پوچھا۔

”زیرو ون زیرو ٹو۔“ چیف سیکرٹری نے جواب دیا۔

”او کے سر۔ انتظامات ہو جائیں گے۔“ آپریٹر نے مطمئن  
 لہجے میں جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ آپریٹر نے  
 ناول ایک طرف رکھا اور پھر میز پر رکھے ہوئے ٹرانسپیر کا بٹن آن کر  
 دیا۔ ٹرانسپیر پر موجود ایک چھوٹا سا بلب تیزی سے جلنے لگا۔

پیش ایئرپورٹ سے بڑی آسانی سے پرواز کر سکیں گے۔  
 ”غوب۔ اچھی سکیم ہے۔ تمہارا ذہن واقعی کام کرتا ہے۔“ عمران  
 نے تفصیلات سننے کے بعد خمیں آئیز لہجے میں کہا اور ناثران خوشی سے  
 ہاتھ ملنے لگا۔ عمران کے منہ سے نکلنے والے تعریفی کلمات اس کی  
 کارکردگی کا سب سے بڑا انعام تھے اور پھر رات کو جب ناثران کو اوکے  
 کا سنٹل مل گیا تو وہ عمران اور فیصل جان سمیت کار میں سوار ہوا۔  
 ڈرائیونگ ناثران خود کر رہا تھا جبکہ عمران اس کے ساتھ اور فیصل پچھلی  
 نشست پر تھا۔

”کیا لسٹ کی سب چیزیں کار میں رکھ دی گئی ہیں؟“ عمران  
 نے پوچھا۔

”ہاں جناب۔ یہ سب چیزیں ایک پکٹ کی صورت میں کار کی ڈبگی  
 میں موجود ہیں۔“ ناثران نے جواب دیا اور دوسرے لمحے کار تیز  
 رفتاری سے بھاگتی ہوئی دارالحکومت کی اس سڑک پر پہنچ گئی جو شمالی  
 جنگل کی طرف جاتی تھی۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ جنگل کی سرحدی  
 چوکی پر پہنچ گئے۔ چوکی پر موجود فوجی سپاہی آگے بڑھا۔  
 ”زیرودن زیرودن“۔ ناثران نے باوقار لہجے میں کہا۔

”اوکے سر۔“ سپاہی نے جواب دیا اور سڑک کے درمیان  
 موجود ہرڈل اٹھانے کا اشارہ کیا۔ ہرڈل ہٹتے ہی ناثران کار آگے بڑھتا  
 چلا گیا۔ پھر ایئرپورٹ پر پہنچتے پہنچتے انہیں چار چوکیوں کو کراس کرنا پڑا۔  
 آخری چوکی سے ایک فوجی جیپ ان کے آگے آگے چل پڑی اور چند

”عمران صاحب ایک ناڈر ترکیب سمجھ میں آگئی ہے۔ اب ہمیں  
 جہاز ہائی جیک نہیں کرنا پڑے گا۔“ ناثران نے کمرے میں داخل  
 ہوتے ہی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تو کیا الف لیلوی کہانیوں کا اڑن قالین ہتھے چڑھ گیا ہے۔“ عمران  
 نے چونک کر پوچھا۔

”بس یونہی سمجھ لیجئے۔ میں نے سب انتظام کر لیا ہے۔ ہم آج  
 آدھی رات کو پیش ایئرپورٹ سے پرواز کریں گے۔ ٹاپ سیکرٹ  
 پرواز۔“ ناثران نے کہا۔ اس کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا۔

”آخر پتہ بھی چلے کیا ہوا؟“ عمران نے پوچھا اور ناثران نے  
 پیش ایئرپورٹ سے پرواز کی تفصیلات بتانی شروع کر دیں کہ کس  
 طرح اس نے اس بات کا انتظام کر لیا ہے کہ رات کو اس کے سیکشن کا  
 آڈی چیف سیکرٹری کی جگہ سنبھال لے گا اور پھر اس کے حکم پر ہم



لحوں بعد وہ پیش ایئر پورٹ پر پہنچ گئے۔ ایک فوجی نے آگے بڑھ کر کار کی ونگ میں موجود پیکٹ اٹھایا اور پھر فوجی افسروں کی رہنمائی میں چلتے ہوئے وہ اس چھوٹے سے جہاز کے قریب پہنچ گئے جو رن وے کے پہلے سرے پر موجود تھا۔

”کیا سب کچھ اوکے ہے؟“۔۔۔ ناٹران نے ایک فوجی افسر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں سر۔۔۔ فوجی افسر نے مودیانہ لہجے میں کہا اور ناٹران سر ہلاتا ہوا میزبیاں چڑھتا ہوا جہاز میں داخل ہو گا۔ عمران اور فیصل نے اس کی پیروی کی۔ آخر میں پیکٹ اٹھا۔ فوجی افسر اندر داخل ہوا۔

اس نے پیکٹ جہاز میں چھوڑا اور کبھی سے سیلوٹ کر کے واپس مڑ گیا۔ عمران نے جہاز کا رخ اڑا دیا اور میزبیاں ہٹا لی گئی۔ عمران نے آگے بڑھ کر پائلٹ سٹ سنڈل لی اور ریڈ فون سر پر چڑھا کر

کنٹرول ٹاور سے ہدایات بننے میں مصروف ہو گیا۔ چونکہ ہر اڑان پ سیکرٹ تھی اس لئے آپریشن ان سے ان کی منزل کے متعلق نہ پوچھا بلکہ ہوا کا رخ موسمی حالات اور رن وے کا شن کی تفصیلات بتاتا رہا۔

عمران نے ان ہدایات کے مطابق جہاز کو آگے بڑھایا اور چند لمحوں بعد جہاز تیز رفتاری سے رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔ ناٹران نے ایک نقشہ نکال کر عمران کے سامنے پھیلا دیا۔ نقشے پر ریاست جونا گڑھ کے دارالحکومت جھمئی کی طرف جانے والے فضائی راستے پر نشان لگا ہوا تھا۔ عمران نے نقشے کے مطابق جہاز کا رخ موڑا اور پھر

جہاز کی رفتار ممکنہ حد تک تیز کرتا چلا گیا۔

”ہم ایک گھنٹے کی پرواز کے بعد جھمئی پہنچ جائیں گے۔“ ناٹران نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

”پیکٹ میں سے پیراشوٹ نکال کر باندھ لو۔ ہمیں راستے میں ہی اترنا ہو گا۔“ عمران نے کہا تو ناٹران اٹھ کر پیکٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے پیکٹ کھول کر اس میں سے تین پیراشوٹ نکالے اور پھر فیصل اور اس نے پھر ق سے پیراشوٹ باندھ لئے۔ پیراشوٹ باندھ کر وہ عمران کی طرف بڑھا۔ عمران نے جہاز کا کنٹرول ناٹران کے حوالے کیا اور خود بھی اٹھ کر پیراشوٹ باندھنے لگا۔ پھر اس نے پیکٹ میں موجود چند چٹے باکس نکال کر اپنی جیبوں میں ڈالے اور دوبارہ پائلٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

”ناٹران۔ مہاراجہ سے بات کراؤ ہم جھمئی سے سو میل دور شمالی جگہ کے قریب اتریں گے۔ اگر مہاراجہ وہاں ریاستی جیپ کا بندوبست کر سکے تو ہم آسانی سے محل میں پہنچ جائیں گے۔“ عمران نے ناٹران سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

”بہتر۔ مہاراجہ ضرور ایسا کرے گا۔ میں نے مہاراجہ کو آپ کے آنے کی اطلاع دے دی تھی وہ ہمارا قہر ہو گا۔“۔۔۔ ناٹران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اچھا قابو کیا ہے مہاراجہ کو تم نے؟“۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سپیشل کوڈ دوہراؤ۔ جلدی درنہ طیارہ ہٹ کر دیا جائے گا۔  
اور۔۔۔ دوسری طرف سے آنے والی آواز پہلے سے زیادہ کرجت  
ہو گئی۔

”نیو شٹ اپ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ٹاپ سیکرٹ فلائٹ ہے۔  
اس معاملے میں پوچھ گچھ جرم ہے۔ اور۔۔۔“ ناثران نے لمبے میں  
غصہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

”صرف ایک منٹ اور دوں گا۔ سپیشل کوڈ دوہراؤ۔ اور۔۔۔  
دوسری طرف سے بولنے والے نے اس کی بات کی پروا نہ کرتے ہوئے  
چچ کر کہا۔

”زیرو ون زیرو نو۔ دس از کوڈ۔ اور۔۔۔“ ناثران نے بھی چیخے  
ہوئے کہا۔

”نیو پاسٹرڈ۔ تم نے طیارہ ہائی جیک کیا ہے اس کی تمہیں عبرتناک  
سزا بھگتی پڑے گی۔ اور اینڈ آل۔۔۔ دوسری طرف سے بولنے  
والا اتنے زور سے چیخا کہ اس کے گلے میں پھندہ سا پڑ گیا اور اس کے  
ساتھ ہی ٹرانسیر فاموش ہو گیا۔

”ہمیں چیک کر لیا گیا ہے مگر طیارہ نہیں گرایا جائے گا۔ اتنے قیمتی  
اور خصوصی طیارے کو وہ فوری طور پر ہٹ نہیں کر سکتے۔ بہر حال ہر  
صورت حال کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ ٹرانسیر کے خاموش ہوتے  
ہی عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا  
اچانک انہیں اپنے اوپر جیٹ لڑاکا طیارے کا شور سنائی دیا اور ایک بار

”سر میرے نیکشن کی وجہ سے ہی وہ برسرِ اقتدار آیا ہے اور اسے  
معلوم ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اس کا اقتدار ایک لمحے میں ختم ہو سکتا  
ہے۔ ایسے ہی موقعوں کے لئے ہمارا نیکشن کافرستان کی تمام ریاستوں  
میں سیاسی قوت بڑھاتا رہتا ہے۔“ ناثران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ اچھی کارکردگی ہے۔۔۔“ عمران نے کہا اور ناثران  
نے ٹرانسیر آن کر کے مخصوص فریکوئنسی سیٹ کی اور مخصوص کوڈ میں  
باتیں شروع کر دیں۔ چند لمحوں بعد اس نے ٹرانسیر آف کرتے ہوئے  
کہا۔

”سر انتظام ہو جائے گا۔ ریاستی جیپ وہاں ہماری منتظر ہو گی۔“  
ناثران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ عمران نے اطمینان سے سر ہلایا مگر دوسرے  
لمحے وہ بری طرح چونک پڑا کیونکہ بورڈ پر موجود ایمرجنسی ٹرانسیر کا  
بلب تیزی سے جلتے بجنے لگا تھا۔

”اوہ۔ کسی کنٹرول ٹاور سے ہم سے رابطہ قائم کیا جا رہا ہے۔“  
ناثران نے چونک کر کہا اور پھر اس نے ایمرجنسی ٹرانسیر کا بجن آن کر  
دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ ٹاپ سیکرٹ فلائٹ۔ سپیشل کنٹرول ٹاور کالنگ یو۔  
اور۔۔۔ دوسری طرف سے ایک کرجت آواز ابھری۔

”ییس ٹاپ سیکرٹ فلائٹ اینڈنگ۔ اور۔۔۔“ ناثران نے بڑے  
باوقار لمبے میں جواب دیا۔

عمران نے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”مگر سرہار، مسافر جہاز ہے جبکہ مقابلے میں لڑاکا جیٹ طیارہ ہے۔  
یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“ ناثران نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں  
نہا۔

”عمران صاحب درست کہہ رہے ہیں۔ ہمیں اسے تباہ کرنا ہی  
پڑے گا۔“ فیصل جان جواب تک بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا  
بول پڑا۔

”مگر کیسے؟“ ناثران نے پلٹ کے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔  
”ایسے۔“ فیصل جان نے بڑے اطمینان سے کہا اور وہ کرسی  
سے ہٹ کر اُٹھ کر اُٹھ کر اُٹھ کر اُٹھ کر اُٹھ کر اُٹھ کر اُٹھ کر اُٹھ کر  
بڑے اطمینان سے اپنے کوٹ کے اندر سے مشین گن نکالی اور پھر  
اسے بغل سے لٹکا کر دروازے کی طرف چل پڑا۔ اسی لمحے جیٹ طیارہ  
نے ان پر دوبارہ غوطہ مارا۔ اس بار اس کی مشین گنوں سے فائرنگ ہو  
رہی تھی۔ عمران نے بڑی پھرتی سے طیارہ کو یکدم غوطہ مار کر دائیں  
طرف کاٹ دیا اور مشین گنوں کی گولیاں جہاز کے قریب سے گزرتی  
چلی گئیں۔ جیٹ لڑاکا طیارہ جو فضا میں ایک میب سائے کی صورت  
میں نظر آ رہا تھا گولی کی سی تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔  
”تم کیا کرنا چاہتے ہو؟“ ناثران نے جھکے سے سنہلے ہی فیصل

جان سے پوچھا جو دروازہ کھول چکا تھا۔

”آپ دیکھتے جائیں؟“ فیصل نے لا پرواہی سے جواب دیا اور

پھر ٹرانسیر جہاز پڑا۔

”ہیلو ہیلو۔ ہائی جیکر طیارہ واپس موڑ لو ورنہ ہم طیارہ تباہ کر دیں  
گے۔ ہم تمہیں ایک منٹ دیتے ہیں۔“ جیٹ طیارے کے ایک  
پائلٹ نے سخت لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا اور اس کے ساتھ  
ہی جیٹ جہاز نے غوطہ مارا اور پھر وہ ان کے طیارے کے بالکل نزدیک  
سے گزرتا چلا گیا۔ وہ شاید اسی طرح عملی طور پر انہیں دھمکی دے رہا  
تھا۔

”اب کیا کیا جائے عمران صاحب۔ جھنی تو ابھی بہت دور ہے یہ  
لڑاکا طیارہ آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑے گا۔“ ناثران نے  
گہرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں نے ہر قیمت پر جلد از جلد جھنی پہنچنا ہے اور اگر ہم یہاں  
کو دے تو ہمیں آسانی سے ٹریس کر لیا جائے گا اس لئے مجبوری  
ہے۔“ عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے  
جیٹ طیارہ آگے جا کر پلٹا اور اس بار وہ ان کے جہاز کی سیدھ میں گولی  
کی سی رفتار سے آ رہا تھا۔ انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے ایک لمحے میں  
ہولناک ٹکراؤ ہو جائے گا۔ چنانچہ عمران نے جہاز کو غوطہ دیا اور جیٹ  
طیارہ ان کے اوپر سے ہوتا ہوا گزر گیا۔

”طیارے کو واپس موڑو۔ ہائی جیکر فوری ورنہ۔“ ٹرانسیر  
سے جیٹ طیارہ کے پائلٹ کی کرخت آواز گونجی۔  
”اسے تباہ کرنا پڑے گا اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔“

میں تھا مگر اب اس کا زاویہ بگڑ گیا تھا اس لئے اس نے انھیں کی پوروں سے کنارے کو دھکیلا ہوا تھا۔ جہاز پر سینے کے بل گرتے ہی اس نے تیزی سے پیروں کو حرکت دی اور پھر اس کے پیر کنٹرول تار کے ساتھ الجھ گئے اور اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ہاتھ چھوڑ دیئے اور اپنے جسم کو تیزی سے جہاز کے سامنے کے رخ لہرایا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ جہاز کے دونوں پروں کے درمیان دائیں بائیں تنی ہوئی تار تک پہنچ گئے۔ جہاز کی رفتار خاصی تیز تھی اس لئے ہوا کا تیز دباؤ اس کے جسم پر پڑ رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی شکنے کی طرح فضا میں اڑ جائے گا مگر اس نے بڑی مضبوطی سے درمیان کی تار کو پکڑا اور پھر سانپ کی طرح اپنے جسم کو سمیٹ لیا۔ اس نے دونوں ٹانگیں تار کے ارد گرد لپیٹیں اور پھر وہ جہاز کے اگلے حصے پر پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ ہوا کے دباؤ کی وجہ سے اس کے چہرے کا گوشت پھٹا جا رہا تھا۔ آنکھوں میں سے پانی بہنے لگا تھا اور اسے آنکھیں کھولنے کے لئے بڑی جدوجہد کرنی پڑ رہی تھی مگر اس نے بغل میں سے ششیں گن اتار کر اس کا بائیں کندھے سے لگایا اور ایک آنکھ کو بند کر کے دوسری آنکھ کا کونا ذرا سا کھولا اور اب وہ سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا جدھر سے جیٹ لڑاکا طیارے کا میب ہیولا انتہائی تیزی سے ان کے جہاز کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ اسے لڑاکا طیاروں کے متعلق اچھی طرح معلوم تھا کہ کہیں گولی کا رگڑ ہوتی ہے۔ چنانچہ جیسے ہی جہاز ششیں گن کی ریخ میں آیا اس نے ٹھیکر دبا دیا۔ ششیں گن کی ٹال سے

اس کے ساتھ ہی اس نے دروازے کا اوپر والا کنارہ پکڑا اور دوسرے لمحے اس کا جسم فضا میں غائب ہو گیا۔

”یہ نیچے کود گیا ہے جناب۔ شاید موت کے خوف نے اسے پاگل کر دیا ہے۔“ ناظران نے چیخ کر عمران سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

”نہیں وہ نیچے نہیں کودا بلکہ جہاز کے اوپر گیا ہے۔ میں اس کا منصوبہ سمجھ گیا ہوں وہ جہاز کی کنٹرول لائن میں دبک کر جیٹ طیارے پر مشین گن سے فائرنگ کرنا چاہتا ہے۔ انتہائی خطرناک مگر شاندار منصوبہ ہے۔“ عمران نے جواب دیا اور ناظران حیرت سے آنکھیں پھاڑے عمران کو دیکھتا رہ گیا کیونکہ اتنی بات وہ بھی سمجھتا تھا کہ ایسا کرنا ناممکن ہے۔ جہاز کی رفتار اور بلندی کی بنا پر صرف ایک تار کے سہارے اپنے آپ کو سنبھال کر جیٹ پر فائرنگ کرنا ناممکن ہے۔ جیٹ طیارہ ایک بار پھر لیٹ کر ان کے طیارے کی طرف آ رہا تھا اور اس بار عمران جہاز کو غوطہ نہیں دے سکتا تھا کیونکہ اس طرح جہاز کی چھت پر موجود فیصل جان کی موت یقینی تھی اور اگر وہ غوطہ نہ مارتا تو جیٹ طیارے کی ششیں گنوں سے نکلنے والی گولیوں کا نشانہ بن جاتا۔ اس کے لئے بڑا صبر آزما مرحلہ آگیا تھا مگر عمران نے رسک لینے کا فیصلہ کیا اور پھر دانت ہونٹوں پر جمائے وہ جیٹ طیارے کو کھلی کی سی تیزی سے اپنی طرف بڑھتا دیکھتا رہا۔ دوسری طرف فیصل جان نے دروازے کا کنارہ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر فضا میں قلابازی کھائی اور اس کا جسم ہوا میں اڑتا ہوا جہاز کی چھت پر جا گرا۔ جہاز کا کنارہ ابھی تک اس کے ہاتھوں

جھٹکے سے ہوا میں اٹھایا اور پھر اس کے جسم نے کسی بازیگر کی طرح قلابازی کھائی اور دوسرے لمحے وہ جہاز کے کھلے دروازے سے گزر کر اندر سیٹ پر جاگرا۔

”تم نے حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے فیصل۔ ایک ناممکن کارنامہ۔“ ناٹران نے شدید حیرت اور تحسین آمیز لہجے میں کہا۔  
 ”گڈ شو۔ فیصل جان گڈ شو۔ تم میں میرے خلیفہ بننے کے کچھ جراثیم موجود ہیں۔“ عمران نے مڑ کر کہا اور فیصل جان مسکرا کر سیٹ پر سیدھا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک لاپرواہی تھی جیسے اس نے کوئی کارنامہ ہی انجام نہ دیا ہو۔ ناٹران نے آگے بڑھ کر جہاز کا دروازہ بند کر دیا اور عمران نے جہاز کی سمت درست کی اور جہاز ایک بار پھر مخصوص راستے پر تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔

گولیوں کی بوچھاڑ سی نکلی اور دوسرے لمحے فیصل جان کے لیوں پر زہریلی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ گولیاں ٹھیک نشانے پر لگی تھیں اور جیٹ طیارے نے ایک زبردست جھٹکا کھایا اور اس کا رخ مڑا چلا گیا۔ فیصل جان کا جہاز جس انداز میں جا رہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ اگر ایک لمحہ اور جیٹ طیارے کا رخ نہ مڑتا تو تصادم یقینی تھا کیونکہ عمران نے جہاز کو غوطہ نہیں دیا تھا اور شاید جیٹ طیارے کا پائلٹ بھی اسی لمحے جہاز کو اوپر اٹھاتا تاکہ عمران کے جہاز کے اوپر سے گولیاں برسنا چلا جائے مگر اسے شاید یہ نہیں معلوم تھا کہ فیصل جان جیسے بے جگر بھی اس دنیا میں موجود ہیں جو ناممکن کو بھی ممکن بنا دیتے ہیں اور واقعی کون اس بات پر یقین کر سکتا ہے کہ تیز رفتاری سے چلنے والے جہاز کی چھت پر لیٹ کر کسی جیٹ جہاز کو ایک عام سی مشین گن سے نشانہ بنایا جا سکتا ہے لیکن فیصل جان یہ کارنامہ سرانجام دے چکا تھا۔ فیصل کے دیکھتے دیکھتے جیٹ طیارے کا رخ مڑا اور وہ تقریباً پانچ سو گز تک اسی رفتار میں اڑتا چلا گیا پھر ایک ہولناک دھماکا ہوا اور جہاز آگ کے شعلوں میں لپٹا ہوا زمین پر گرنے لگا۔ فیصل جان نے ایک طویل سانس لی اور پھر مشین گن دوبارہ بغل میں لٹکائی اور تار کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس نے اپنے جسم کو سیدھا کیا اور پھر اس کے پیر جہاز کے درمیان سے گزرتے والی تار سے لپٹ گئے۔ دوسرے لمحے اس نے ہاتھ چھوڑ دیئے اور پھر اس کا جسم لہراتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ جیسے ہی اس کے ہاتھوں نے کنارے کو چھوا اس نے اپنے جسم کو ایک

”میں کتا ہوں اب بھی وقت ہے ہمیں ان پر جھپٹ پڑنا چاہئے  
ورنہ۔ ورنہ۔“ تیسرے نے دانتوں سے ہونٹ کانٹے ہوئے بھینچے  
بھینچے لمبے میں کہا۔

”ہمیں پاگلوں جیسی حرکات کرنے کی بجائے ٹھنڈے دل سے سوچنا  
چاہئے کہ عمل تباہی سے بچنے کی خاطر اب ہم کیا کر سکتے ہیں۔“ چوتھے  
نے قدرے ٹھنڈے لمبے میں کہا مگر اس کی آنکھوں میں بھی وحشت  
کے تاثرات نمایاں تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے اس نے بڑی مشکل سے  
اپنے جذبات پر قابو پایا ہو۔

”تم ٹھیک کہتے ہو۔ کمل تباہی سے بچنے کے لئے ہمیں کچھ کرنا  
چاہئے۔“ پہلے نے اس بار قدرے ٹھنڈے لمبے میں کہا۔ وہ بھی  
جذباتی ابال پر قابو پایا چکا تھا۔

”اس وقت صورت حال یہ ہے کہ عمران اور سیکرٹ سرس کی ٹیم  
دونوں ہماری نظروں سے غائب ہیں۔ ٹیم جنگل میں غائب ہو گئی۔  
نجانے کہاں گئی اور عمران۔ نجانے وہ کہاں ہے۔ جس طیارے میں  
اس کی موجودگی کا امکان تھا وہ فضا میں تباہ ہو گیا۔ ہم نے تمام علاقہ  
چھان مارا مگر اس کا کوئی نشان نہیں ملا۔ آخر یہ سب لوگ کہاں گئے۔  
سوچنا یہ ہے کہ اب ان کا آئندہ اقدام کیا ہو گا۔“ چوتھے آدمی  
نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”میں جانتا ہوں ان کا آئندہ پروگرام کیا ہو گا۔ جہاں تک ہمیں  
معلوم ہوا ہے انہیں راماند پھارڑی پر موجود لیبارٹری کا علم ہو چکا ہے

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں موجود میز کے گرد چار افراد بیٹھے  
ہوئے تھے۔ ان چاروں کے چہروں پر وحشت کے تاثرات نمایاں تھے۔  
یوں لگتا تھا جیسے وہ پاگل سے ہو گئے ہوں۔

”میں کتا ہوں یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ کیوں ہوا۔ کس طرح  
ہوا۔“ اچانک ایک نے وحشت کے عالم میں زور سے میز پر مکہ  
مارتے ہوئے کہا۔ غصے کی شدت سے اس کے منہ سے کف سانس نکلتے  
لگ گیا تھا۔

”ہم لمحہ بہ لمحہ شکست سے دوچار ہو رہے ہیں۔ ہمیں خودکشی کر  
لینی چاہئے۔ وہ لوگ غیر ملک میں ہونے کے باوجود مسلسل آگے بڑھتے  
چلے جا رہے ہیں اور ہم بے پناہ وسائل رکھنے کے باوجود کچھ نہیں کر پا  
رہے۔ آخر کیا ہو گا۔“ دوسرے نے بے اختیار اپنے بال نوچتے  
ہوئے کہا۔ غصے کی شدت سے اس کی آنکھیں ابل آئی تھیں۔

”مسٹر جوگندر آپ کا تجربہ بالکل درست معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں اب پوری توجہ اس لیبارٹری پر مرکوز کر دینی چاہئے۔“۔۔۔ شاگل نے دوسرے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اس سلسلے میں میری تجویز ہے کہ ہم لیبارٹری کو الٹ کر دیں کہ جب تک جوشان آپریشن مکمل نہ ہو جائے وہاں کی شفٹ تبدیل نہ ہو تاکہ شفٹ میں شامل ہو کر وہاں کوئی نہ پہنچ سکے اور اس کے ساتھ ہی ہمیں اپنی پوری قوت جھنی اور ارد گرد کے علاقوں میں لگا دینی چاہئے۔ ہر محکوک آدمی کو چپک کیا جائے اس طرح مجھے یقین ہے کہ ہم عمران اور اس کے ساتھیوں کو ناکام بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

چوتھے نے کہا۔

”یہ ٹھیک ہے۔ اب اس سلسلے میں تمام تفصیلات طے کر لینی چاہئیں۔ ہمیں ایسا لائحہ عمل تیار کرنا چاہئے کہ سیکرٹ سروس، انٹیلی جنس، ملٹری سیکرٹ سروس اور پولیس تمام مل کر کام کریں۔ اسی صورت میں ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔“۔۔۔ شاگل نے کہا اور سب نے تائید میں سر ہلا دیئے اور پھر وہ سب تفصیلات طے کرنے میں مصروف ہو گئے کیونکہ وہ چاروں ہی ان محکموں کے سربراہ تھے اور لیبارٹری کی حفاظت اور تجربے کی کامیابی وزیر اعظم نے چاروں محکموں پر مشترکہ طور پر ڈال دی تھی۔

اور پروفیسر مارٹن کی ایجاد ایس ایس ڈبلیو سے بھی وہ واقف ہو چکے ہیں بلکہ یہاں تک کہ جوشان آپریشن کا بھی انہیں علم ہو چکا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس جنگل میں سیکرٹ سروس کی ٹیم غائب ہوئی ہے وہاں مہاراجہ جونا گڑھ کا شکار کیمپ موجود تھا جو ٹیم کے غائب ہوتے ہی سمیٹ لیا گیا اور وہ لوگ چلے گئے۔ جونا گڑھ کا دارالحکومت جھنی ہے جو رمانند پہاڑی کے دامن میں واقع ہے۔ دوسری طرف عمران نے جو طیارہ ہائی چیک کیا وہ بھی جھنی سے سو میل دور تباہ ہو گیا۔ طیارے کے ملے سے کوئی لاش نہیں ملی۔ ان تمام باتوں سے کیا ظاہر ہوتا ہے یہی کہ یہ سب لوگ جھنی میں اکٹھے ہوئے ہیں جہاں سے یقیناً ان کا آئندہ ٹارگٹ رمانند پہاڑی کی لیبارٹری ہو گا۔“ دوسرے نے واقعات کا تفصیلی تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

”مگر میں نے شکاری کیمپ کو پوری طرح چپک کیا تھا پھر مہاراجہ نے بذات خود انہیں شناخت کیا تھا۔“۔۔۔ تیسرے نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

”سب کچھ ٹھیک ہے مسٹر زیرو ون مگر یہ سوچو کہ ہمارا مقابلہ عمران اور اس کے ساتھیوں سے ہے۔ ایسی صورت میں جو کچھ ہو جائے کم ہے۔“۔۔۔ پہلے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اب وہ سب نارمل ہو چکے تھے۔

”ہاں مسٹر شاگل آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ واقعی ان لوگوں نے ہمیں نہا دیا ہے۔“۔۔۔ زیرو ون نے جواب دیا۔

”سرمقام تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ ہم جوشان آپریشن کے لئے تیار ہیں آپ اس بات کی اطلاع اعلیٰ حکام تک پہنچا دیں۔ اور“۔  
 پروفیسر مارٹن نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں اس بات کی اطلاع پہنچا دوں گا۔ آپریشن کے لئے ہو سکتا ہے ہم آپ کو بہت قلیل نوٹس دیں اس لئے آپ ہر وقت تیار رہیں۔ اور“۔ بھوشان نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔ اور“۔ پروفیسر مارٹن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اور اینڈ آئل“۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور پروفیسر مارٹن نے ٹرانسیر کا بٹن آف کر دیا۔ اب وہ اس نقشے کو بغور دیکھ رہا تھا جس میں جوشان شہر کو نمایاں کیا گیا تھا۔ نقشے کے مطابق جوشان شہر کی آبادی دو لاکھ کے لگ بھگ تھی اور یہاں پاکیشیا کی اہم فوجی جھاڑنی موجود تھی اور پروفیسر مارٹن سوچ رہا تھا کہ وہ کس قدر عظیم قوت کا مالک ہے کہ اس کی انگلی صرف ایک بٹن دبائے گی اور دو لاکھ افراد اطمینان سے زندگی کی سرحدوں سے نکل کر موت کی وادی میں پہنچ جائیں گے۔ اسے یہ سوچ کر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ان دو لاکھ افراد کی زندگیوں کا اکیلا مالک ہو۔ یہ دو لاکھ جیتے جاگتے افراد اس کے رحم و کرم پر ہوں اور اس عظمت کے احساس سے اس کا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔

پروفیسر مارٹن آج بچہ خوش تھا۔ پاکیشیا کے سرحدی شہر جوشان پر ایس ایس ویلو کے تجربے کا وقت نزدیک آتا جا رہا تھا اور اس نے تمام تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ اس کی پرائیوٹ سیکرٹری مس رومانی پرائیوٹ چیکنگ کر کے پروفیسر مارٹن کو اس بات کی رپورٹ کر دی تھی کہ لیبارٹری میں موجود تمام ماہرین صرف ماہرین ہیں اور محب وطن ہیں ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ چنانچہ پروفیسر مارٹن کو اطمینان ہو گیا تھا۔

”ہیلو ہیلو۔ سائنس ریسرچ کونسل۔ پروفیسر مارٹن کالنگ۔ اور“۔ پروفیسر مارٹن نے ٹرانسیر کا بٹن آن کرتے ہوئے کہا۔

”ہیس۔ بھوشان سپیکنگ۔ پروفیسر مارٹن کیا رپورٹ ہے۔ اور“۔ دوسری طرف سے سائنس ریسرچ کونسل کے انچارج کی آواز سنائی دی۔



مشن ہے جس میں تم نے عمران کی موت کی پیشین گوئی نہ کی ہو۔“  
جولیا نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”تمہیں تو عمران کی موت سے تکلیف ہوئی ہے کیونکہ تم پر بیوگی کا  
داغ جو لگ جائے گا۔“ — تویر نے اس بار جولیا پر براہ راست حملہ  
کرتے ہوئے کہا۔

”پیشاپیش آپ نافرمانی۔ سچائے کس پاگل نے تمہیں سیکرٹ سروس  
میں شامل کر دیا ہے۔“ — جولیا نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

”مس جولیا۔ آپ خاموش رہیں اور تویر تمہیں ایسی باتیں نہیں  
کرنی چاہئیں۔ کم سے کم غیر ملک میں ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ اگر  
ہمارے درمیان ذہنی اعتماد نہ رہا تو ہم کبھی کامیاب نہ ہو سکیں  
گے۔“ — صفدر نے انتہائی تنبیہ کی سے جولیا اور تویر کو سمجھاتے  
ہوئے کہا۔

”کمال ہے۔ کیا پرانی باتیں کر رہے ہو۔ کامیاب ہونے کے لئے  
آج کل تو سفارش، رشوت اور وہ کیا کہتے ہیں بوٹی، ہاں بوٹی کام آتی  
ہے۔“ — اچانک عمران نے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔  
اس کے پیچھے ہانڈان اور فیصل بھی تھے۔

”اے عمران صاحب آپ آگئے۔ ہمیں آپ کی ہی فکر کھائے جا  
رہی تھی۔“ — صفدر نے بات ٹال کر چلتے ہوئے کہا۔

”کیا۔ کیا کھانسی ہے یہ نامراد فکر۔ دیکھو تو۔“ — عمران نے  
جھک کر باقاعدہ صفدر کے جسم کا جائزہ لیتا شروع کر دیا اور سب ممبران

صفدر اور اس کے ساتھی مہاراج کے شکاریوں کے بھیس میں  
بڑے اطمینان سے بھرنی میں مہاراج کے محل میں پہنچ گئے تھے۔  
انہیں یہاں آئے ہوئے دوسرا دن تھا اور اس وقت وہ سب ایک  
بڑے سے کمرے میں بیٹھے اس مشن کے متعلق نئی بات کر رہے تھے۔  
انہیں ایکسٹو نے یہی بتایا تھا کہ وہاں پہنچ کر عمران ان سے رابطہ  
کرے گا مگر یہاں اب تک عمران نے سرے سے ان سے کوئی رابطہ  
قائم نہیں کیا تھا اور چونکہ انہیں مشن کی تفصیلات کا علم نہیں تھا اس  
لئے وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔

”مجھے یقین ہے کہ اس بار عمران شاگل کی نظروں سے نہ بچ سکا ہو  
گا اور شاگل نے یقیناً اسے دیکھتے ہی گولی مار دی ہوگی۔“ — تویر  
نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں سب سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم عمران کے متعلق ایسے ہی خواب دیکھتے مر جاؤ گے۔ کون سا

کان بھائی۔۔۔۔۔ عمران نے بڑی معصومیت سے ناثران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بس رہنے دیجئے۔ دوسرے صاحب کا حدود اربعہ۔“ کیپٹن نکلیں نے چٹے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران ان کی اصل حیثیت کو چھپا رہا ہے۔

”ان کا نام خلیفہ فیصل جان ہے۔“ عمران نے ادب سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

”خلیفہ۔۔۔۔۔ سب بے اختیار چوک پڑے۔

”جی ہاں۔ یہ پیر علی عمران کا خلیفہ ہے۔ اپنے پیر کے مزار پر قویٰ کروانے کا وعدہ کیا ہے اس نے۔“ عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا اور ایک بار پھر کمرے میں قہقہے گونج اٹھے۔

”اور حضرات یہ سب لوگ ایک ایسی ٹیم کے ممبر ہیں جو کھیلتی کم ہے بھائی زیادہ ہے اور ٹیم کا کپتان ایک چوہا ہے۔ جی ہاں چوہا جو اپنے تل میں چھپا انھیں بھگاتا رہتا ہے۔“ عمران نے ٹیم کا تعارف ناثران اور فیصل جان سے کراتے ہوئے کہا۔

”یو شٹ اپ۔ تمہیں ہمارے پاس کی توہین کرنے کا کوئی حق نہیں۔“ اچانک جولیلا پھٹ پڑی۔

”اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے مجھے کیا معلوم کہ تمام حقوق تم نے اپنے نام ریڈرو کر رکھے ہیں۔ تو صاحبان جس کے نام تمام حقوق ریڈرو ہیں ان کا نام جولیلا نا فنواثر ہے۔ اس کے ساتھ کیپٹن نکلیں ہیں اور اس کے

کے چروں پر مسکراہٹ ریک گئی البتہ تنویر نے برا سامنہ بنا لیا جیسے اس نے غلطی سے کونین کی گولی چبالی ہو۔

”عمران صاحب اپنے ساتھیوں کا تعارف تو کروا دیجئے۔“ اچانک کیپٹن نکلیں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

”ارے ہاں تعارف تو میں بھول ہی گیا۔ یہ مسٹر جگت زائن ہیں۔“ عمران نے بوکھا کر ناثران کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

”جگت زائن نہیں عمران صاحب ناثران۔“ ناثران نے مسکراتے ہوئے تھج کی۔

”بھئی مشکل نام ہے۔ صرف پہلے دو حرف ہی بطور نام رکھ لیتے تو بڑی آسانی ہوتی۔“ عمران نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا اور سب کھل کھلا کر ہنس پڑے۔

”اگر ایسا ہوتا عمران صاحب تو آپ یقیناً میرے سامنے سر جھکاتے بیٹھے ہوتے۔“ ناثران نے کشادہ دلی سے چٹے ہوئے کہا۔

”بھئی یہ تو ہوتا آیا ہے۔ نائیوں کے سامنے تو بڑے بڑے جابر بادشاہوں کو سر جھکانے پڑتے ہیں مجھ حقیر فقیر اور بیچ مدان کی بھلا کیا وقعت۔“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

”اچھا عمران صاحب ہم ان کا نام سمجھ گئے۔ مگر ان کا حدود اربعہ۔۔۔۔۔ صفر رہنے چٹے ہوئے کہا۔

”حدود اربعہ کیا بتاؤں۔ ان کے شمال میں اس کمرے کی دیوار ہے۔ جنوب میں میں خود کھڑا ہوں اور مشرق میں۔ مشرق میں کیا ہے نائی

ناثران کو اشارہ کیا اور ناثران اٹھ کر دروازے سے باہر نکل گیا۔  
 دروازے کے باہر اس نے بھاگ کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر واپس لوٹ  
 کر اندر آ گیا۔

”آپ بے فکر ہو کر بات کریں اس کمرے کے قریب کوئی نہیں  
 آئے گا۔“ ناثران نے کہا۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک  
 نقشہ نکالا اور اسے درمیانی میز پر پھیلا دیا۔ سب لوگ نقشے کی طرف  
 متوجہ ہو گئے۔

”یہ رمانند پہاڑی ہے جس کی چوٹی پر وہ لیبارٹری موجود ہے جسے  
 ہم نے تباہ کرنا ہے۔“ عمران نے کہا اور پھر وہ چوٹی کے متعلق  
 تفصیلات بتانے میں مصروف ہو گیا۔

”مگر عمران صاحب اس چوٹی پر پہنچنا تو ناممکن ہے اور جب ہم وہاں  
 پہنچ ہی نہیں سکیں گے تو اسے تباہ کیسے کریں گے۔“ صفر نے  
 کہا۔

”پہنچنے کا کیا ہے۔ ہم وہاں تصور میں بھی پہنچ سکتے ہیں۔ گاڑی سے  
 پہنچ سکتے ہیں۔ گاڑی جا سکتے ہیں۔“ عمران نے برا سامنے بیٹاتے  
 ہوئے کہا۔

”صفر صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ پہلے ہمیں وہاں پہنچنے کے  
 متعلق سوچنا چاہئے۔“ ناثران نے صفر کی تائید کرتے ہوئے کہا۔  
 ”چھاتم سوچتے رہو۔ میرے متعلق تو بس کچھ لو میں پہنچ گیا۔“

عمران نے صوفے کی پشت سے سر نکا کر آنکھیں بند کرتے ہوئے بڑے

ساتھ صفر پھر تویر پھر چوہان پھر صدیقی اور سب سے آخر میں نعمانی  
 جو مانتے ہی نہیں ہیں۔ لاکھ کما کہ مان جاؤ فائدے میں رہو گے مگر  
 صاحب نہیں مانتے۔“ عمران نے کہا اور سب مسکرا دیئے۔  
 برحال ناثران اور فیصل جان نے باری باری سب سے مصافحہ کیا اور  
 پھر وہ صوفوں پر بیٹھ گئے۔

”عمران صاحب اب کام کی بات ہونی چاہئے بہت وقت ضائع ہو گیا  
 ہے۔“ صفر نے اچانک سنجیدگی سے کہا۔

”ہاں۔ واقعی میری عراب بہت ضائع ہو چکی ہے۔ اگر جولیا راضی  
 ہے تو واقعی کام کی بات ہو جانی چاہئے۔ مجھ سے اب سلیمان کی پکانی  
 ہوئی جلی ہوئی روٹیاں نہیں کھا کی جاتیں۔“ عمران نے بھی بڑے  
 سنجیدہ لہجے میں کہا اور جولیا سے اور تو کچھ نہ بن پڑا البتہ اس نے منہ  
 پھیر لیا۔

”بس بھائی ہو گیا کام۔ دیکھو جولیا شرما رہی ہے اور اسے شرما بھی  
 چاہئے آخر مغربی زن ہے۔“ عمران نے بڑے پر جوش لہجے میں  
 کہا۔

”یو شٹ اپ۔ ہر وقت کبواس ہی کئے جاتے ہو۔ میں جا رہی  
 ہوں۔“ جولیا نے انتہائی غصیلے انداز میں کھڑے ہوتے ہوئے  
 کہا۔

”اچھا اچھا۔ بیٹھ جاؤ۔ اس کبواس کے لئے کوئی اور وقت مقرر کر  
 لیں گے۔“ عمران نے کہا اور جولیا دوبارہ بیٹھ گئی۔ عمران نے

مطمئن لہجے میں کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ عمران صاحب وہاں پہنچنے کے متعلق پہلے سے ہی کوئی پروگرام بنا چکے ہیں۔“ — کیپٹن کلکلی نے کہا۔  
 ”ہاں بھائی بس مجھ میں صرف یہی غای ہے کہ میں سوچتا نہیں ہوں۔ بس پہنچ جاتا ہوں۔“ — عمران نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔

”چلو ٹھیک ہے۔ سمجھو پہنچ گئے پھر کیا کرنا ہے۔“ — صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”پروفیسر ارشن کی خدمت میں جا کر سلام کریں گے اور پھر اپنے سرحدی شہر جوشان میں موجود دو لاکھ افراد کو مرتے دیکھیں گے اور آخر میں پروفیسر کے عظیم کارنامے پر مبارک باد دے کر واپس آجائیں گے۔“ — عمران نے بڑے طہریہ لہجے میں کہا اور صفدر کے چہرے پر شرمندگی کے آثار ابھر آئے اسے اپنے اتقانہ سوال کا احساس ہو گیا تھا۔ جب چند لمبے تک خاموشی رہی اور پھر عمران نے ہی سکوت توڑا اس کا لہجہ بچہ گھمبیر تھا۔

”آج آدھی رات کو سب تیار رہیں سب کو سفید رنگ کے خصوصی لباس مہیا کر دیئے جائیں گے اور ضروری اسلحہ بھی۔ ہم ان درندوں کو زیادہ موقع نہیں دے سکتے۔ ہمیں ہر قیمت پر آج رات کو یہ لیبارٹری تباہ کرنی ہے۔ یہ میرا فیصلہ ہے چاہے ہم میں سے کوئی بھی واپس نہ لوئے۔“ — عمران نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس

سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ عمران کے لہجے میں نجانے کیا بات تھی کہ سب بت بنے بیٹھے رہ گئے۔

باوسانہ لہجے میں کہا۔

”مگر کیا ہم اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور کافرستانی درندوں کو اس بات کی اجازت دے دیں کہ وہ ہمارے عوام کا آزادی کے ساتھ قتل عام کرتے ہیں۔ شکر گڑھ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اب اگر جوشان کے ساتھ بھی یہی ہوا تو“۔۔۔ صدر مملکت نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

”سر آپ نے شکر گڑھ کیسے ایکسٹو کے سپرد کیا تھا مگر ابھی تک اس سلسلے میں کوئی بات سامنے نہیں آئی“۔۔۔ ایک نمبر نے کھڑے ہو کر کہا۔

”سنسٹرا ایکسٹو۔ آپ کیوں خاموش ہیں۔ آپ نے اب تک کیا کیا ہے۔“ صدر مملکت نے اس بار ایکسٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔ ان کے لہجے میں ہلکی سی تمحی تھی۔

”جناب صدر میری ٹیم کافرستان میں کام کر رہی ہے۔ آپ کا پیغام ملتے ہی کہ کافرستانی حکام نے پیغام بھجوایا ہے کہ اگر صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے ہم نے ان کے ساتھ اپنی غلامی کے معاہدے پر دستخط کرنے پر آمادگی کا اظہار نہ کیا تو نمونے کے طور پر جوشان شہر کا وہی حشر کیا جائے گا جو شکر گڑھ کا ہوا ہے اور اس کے بعد ہندوستان حکومت کا ہو گا۔ میں نے ٹیم سے رابطہ قائم کیا تو اس سلسلے میں جو تفصیلات انہوں نے میا کی ہیں ان سے پتہ چلا ہے کہ کافرستان والوں نے رامانند پھاڑی کی چوٹی پر خفیہ لیبارٹری قائم کی ہے جہاں انہوں نے ایس

ہال میں مگر اسکوٹ طاری تھا۔ ہال میں موجود تمام افراد کے چہروں پر عجیب سی بے بسی چھائی ہوئی تھی۔

”آخر کیا ہو گا۔ ہم کس طرح اس چیلنج کا مقابلہ کریں۔“ درمیان میں بیٹھے ہوئے پاکستانیہ کے صدر نے سرکلز کرگہری مایوسی کے عالم میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”سر ہو سکتا ہے کہ کافرستان نے یہ چیلنج ہمیں خوفزدہ کرنے کے لئے دیا ہو۔“۔۔۔ سرسلطان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”نہیں سرسلطان۔ میں دو لاکھ افراد کو لاپرواہی کی بھیئت نہیں پڑھا سکتا۔ ہمیں کچھ کرنا ہو گا۔“۔۔۔ صدر مملکت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سر اگر ہمیں تھوڑا سا وقفہ مل جاتا تو ہم جوشان شہر خالی کرا لیتے مگر اگر ہمیں آٹھ گھنٹہ ملے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔“۔۔۔ ایک افسر نے

چہ کھٹے باقی تھے۔ اتنی کم مدت میں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

”اگر آپ لوگوں کے پاس میری بات کا کوئی جواب نہیں تو پھر یہی ہو سکتا ہے کہ میں اس معاہدے پر دستخط کرنے پر آمادگی کا اظہار کر دوں۔ میں دو لاکھ افراد قریان نہیں کر سکتا۔“ صدر مملکت نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”جناب صدر۔ آپ جذبات میں آکر کوئی ایسا فیصلہ نہ کریں جس پر ہماری آنے والی نسلوں کو بھی بچھڑانا پڑے۔ آپ ایسا کریں کہ ہنگامی طور پر ان چھ گھنٹوں میں جس قدر آبادی کا انخلا ہو سکتا ہے کرا لیں۔ باقی جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ہم اپنے آخری آدمی کی قربانی دیتا تو منظور کر سکتے ہیں مگر کافرستان کی غلامی قبول نہیں کر سکتے۔ میں اپنی نیم کو ایک بار پھر یہ پیغام دے دیتا ہوں کہ صبح ہونے سے پہلے لیبارٹری تیار کر دی جائے چاہے انہیں کچھ ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔“ ایکسٹو نے بھی کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔“ صدر مملکت نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر وہ دنگلاتے ہوئے قدموں سے ہال سے باہر چلے گئے۔ صدر مملکت کے جانے کے بعد باقی ممبرز بھی منہ لٹکائے ہال سے باہر نکلے گئے۔ ایسی بے بسی کا تجربہ شاید انہیں پہلی بار ہو رہا تھا۔

ایس ڈبلیو ٹامی مشین فٹ کی ہے اور اس لیبارٹری سے وہ پاکیشیا کے چچے چچے کو اس مشین کا ٹارگٹ بنا سکتے ہیں۔ میری نیم اس پہاڑی تک پہنچنے میں کامیاب ہو چکی ہے۔ مگر۔۔۔ بلیک زیرو جو ایکسٹو کے روپ میں بیٹھا تھا بولتے بولتے رک گیا۔

”مگر کیا۔۔۔“ صدر مملکت نے چوتھے ہوئے کہا۔

”سر اس لیبارٹری کی چویش اور اس کی حفاظت کی جو تفصیلات سامنے آئی ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لیبارٹری ناقابل تخیل ہے۔“ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اس معاہدے پر دستخط کر دینے چاہئیں جس کے بعد پاکیشیا کافرستان کی غلامی میں چلا جائے گا۔“ صدر مملکت نے مجھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”نہیں جناب اس بات کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میری نیم کے انچارج نے مجھے یقین دلایا ہے کہ وہ صبح ہونے سے پہلے ہر قیمت پر لیبارٹری تیار کر دے گا مگر مجھے اتنی مختصر مدت میں ایسا ہونا نامکن نظر آتا ہے۔“ بلیک زیرو نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر اب کیا کیا جائے۔ ہم جوشان شر کو کیسے بچائیں۔ اس کی حفاظت کے لئے کیا اقدام کریں۔“ صدر مملکت نے دانت پیٹتے ہوئے کہا مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ کسی کے پاس جواب تھا ہی نہیں۔ اس وقت رات کے گیارہ بج چکے تھے اور صبح ہونے میں صرف

لیں مگر وہ ٹارگٹ کو کسی طور پر نہیں بچا سکتے۔“ ایک اور افسر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ مجھے تو تصور میں بھی لطف آ رہا ہے کہ جب پاکیشیا کے حکام کو اس چیلنج کا علم ہو گا تو ان کا کیا حشر ہو رہا ہو گا۔ انہیں بہرحال ہماری بات ماننا پڑے گی اور اس طرح پاکیشیا کو غلام بنانے کا ہمارا برسوں کا خواب پورا ہو جائے گا۔“ دوسرے نے جواب دیا۔

اور لطف یہ کہ ہمارے ایک آدمی کی تکبیر بھی نہیں پھوٹے گی اور جوشان شہر کے دو لاکھ افراد موت کی نیند سو جائیں گے۔“ پہلے نے کہا۔

”صرف جوشان ہی کیا میں چاہوں تو اس وقت پورے پاکیشیا کو موت کی نیند سلا دوں۔“ پروفیسر مارٹن نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

”ایک بات مجھے کھک رہی ہے۔ سیکرٹ سروس کے چیف شافل نے وزیر اعظم کو ایک خفیہ پیغام میں بتایا تھا کہ پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے افراد اس پہاڑی کے آس پاس پہنچ گئے ہیں اور وہ اس لیبارٹری کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ اسی خدشے کی بنا پر وزیر اعظم نے جوشان آپریشن کی فوری منظوری دے دی ہے تاکہ پاکیشیا سے اس کے زور پر معاہدے پر دستخط کرا لئے جائیں۔ کیس ایسا نہ ہو کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے افراد اس لیبارٹری تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں۔“ ایک افسر نے جو خاموش بیٹھا ہوا تھا گرے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

لیبارٹری میں بڑی چم چم نظر آرہی تھی۔ خصوصی اور اعلیٰ حکام ایک خصوصی پرواز سے وہاں چند گھنٹے پہلے پہنچے تھے۔ صبح چھ بجے جوشان آپریشن کے لئے وقت مقرر کیا جا چکا تھا اور آدمی رات گزر چکی تھی۔ صبح ہونے میں صرف چند گھنٹے باقی تھے۔ پروفیسر مارٹن سجدہ خوش نظر آ رہا تھا۔ وہ بار بار مشین چیک کرتا اور پھر اطمینان سے سر ہلاتا رہتا۔

”پروفیسر مارٹن آپ مشین کو اچھی طرح چیک کر لیں ایسا نہ ہو کہ عین موقع پر کوئی خرابی پیدا ہو جائے۔“ ایک افسر نے پروفیسر مارٹن سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آپ بے فکر رہیں جناب سب ٹھیک ہے۔“ پروفیسر مارٹن نے خوش دلی سے جواب دیا۔

”ویسے پروفیسر کی ایجاد حیرت انگیز ہے۔ پاکیشیا والے لاکھ سر پیٹ

”اس لیبارٹری کو تباہ کرنا ناممکن ہے۔ اول تو وہ یہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے پھر فضائیہ کے خصوصی طیارے آج تمام رات اس پہاڑی کے اوپر پرواز کرتے رہیں گے۔ پہاڑی سے نیچے سیکرٹ سروس، اٹلی جنس، ملٹری اٹلی جنس اور پولیس کی پوری قوت پھیلی ہوئی ہے اس لئے ایسا سوچنا بھی حماقت ہے“۔۔۔۔۔ پہلے نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے مگر“۔۔۔۔۔ بات کرنے والے نے کہا اور پھر وہ خاموش ہو گیا۔ اس کی بات کا یہ اثر ضرور ہوا کہ اب تک سب لوگ مطمئن تھے مگر اب ان کے چروں پر سنجیدگی عود کر آئی تھی۔ پروفیسر مارٹن بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا اس کے انداز میں شدید بے چینی نمایاں تھی۔ شاید ایک ایک لمحہ اس پر بھاری گزر رہا تھا اور وہ جوشان شر پر تجربہ کرنے کے لئے بے چین تھا مگر گھڑی کو تو ظاہر ہے اس کی بے چینی کی پرواہ نہیں ہو سکتی تھی۔ آہستہ آہستہ وقت گزرتا چلا گیا اور پھر صبح ہونے میں صرف آدھ گھنٹہ باقی رہ گیا۔ پروفیسر مارٹن نے آخری بار مشن کی چیکنگ کی۔ ٹارگٹ کو چیک کیا اور مطمئن ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ جوشان کی تباہی میں صرف تیس منٹ باقی رہ گئے تھے۔ دو لاکھ افراد کی زندگی کے صرف تیس منٹ اور پھر دو لاکھ افراد خاموش چیخوں کا نشانہ بن کر ہمیشہ کے لئے موت کی وادی میں گم ہو جائیں گے۔

رات کے بارہ بجے ہی تھے کہ مہاراجہ کے محل کا بڑا دروازہ بڑی خاموشی سے کھلتا چلا گیا اور پھر دو لینڈ روور جیپیں پھانک سے باہر آئیں۔ جیپوں پر ریاست جوٹا گڑھ کا شاہی نشان موجود تھا اور جیپوں میں ریاست فوج کے اعلیٰ حکام بیٹھے ہوئے تھے۔ مہاراجہ کی پرسنل سیکرٹری بھی جیپ میں موجود تھی۔ جیپوں کی سیٹوں کے نیچے دو بڑے بڑے بکس موجود تھے اور ایک جیپ کے اوپر ایک بڑا سا بجنرہ بندھا ہوا تھا جس میں شکاری عقاب پھڑپھڑا رہے تھے۔ جیپیں پھانک سے نکلنے ہی تیزی سے اس سڑک پر مڑ گئیں جو ست بار پہاڑی کی طرف جاتی تھیں۔ جیسے ہی پہلی جیپ نے ایک موڑ کاٹا بریکیں چیننے کی آوازیں سنائی دیں اور پھر ایک طاقت ور سرچ لائٹ روشن ہو گئی۔ سرچ لائٹ کی روشنی میں دونوں جیپیں رک چکی تھیں۔ سناٹے سڑک پر ایک رکاوٹ بنی ہوئی تھی اور کافرستانی فوج کے دس سپاہی ہاتھوں میں مشین



ہوئے سلمان کا اچھی طرح سے دیکھ لیا اور پھر خاموشی سے نیچے اتر گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہی افسر واپس آیا اور ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

”آپ لوگ جاسکتے ہیں۔ مگر اس بات کا خیال رہے کہ آپ ست پار پہاڑی کے علاوہ اور کہیں نہیں جائیں گے۔ یہ ضروری ہے ورنہ مہاراجہ بھی آپ کو موت سے نہیں بچا سکیں گے۔“ افسر کے لہجے میں حکم تھا۔

”آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے تو ریاست میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔“ ڈرائیور نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”صبح چھ بجے تک ایمر جنسی نافذ ہے۔“ افسر نے جواب دیا اور پھر اس کے اشارے پر سڑک کے درمیان میں موجود رکاوٹ اٹھالی گئی اور دونوں جیپیں تیزی سے رکاوٹ کو اس کر گئیں۔

”آخر آپ کا منصوبہ کیا ہے۔ ست پار پہاڑی تو رامنند پہاڑی سے بہت دور ہے۔“ کچھل جیپ میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے قریب بیٹھے ہوئے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم دیکھتے جاؤ فی الحال یہ ایک احتمالہ منصوبہ ہے مگر اس سے زیادہ اور کچھ ہو بھی نہیں سکتا۔“ دوسرے نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں گہری سنجیدگی نمایاں تھی۔

”مگر عمران صاحب۔“ پہلے نے کہا۔

”خاموش رہو صفدر۔ اس وقت دو لاکھ افراد کی زندگیاں واؤ پر لگی

نہیں اٹھائے رکاوٹ کے قریب چوکنے کھڑے تھے جیسے ہی جیپیں رکیں سپاہیوں نے انہیں گھیر لیا۔

”کیا بات ہے۔“ پہلی جیپ کے ڈرائیور نے انتہائی تلخ لہجے میں ایک افسر سے مخاطب ہو کر کہا جو تیز تیز قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔

آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔“ افسر نے بھی قریب آ کر تلخ لہجے میں کہا۔

”کیا آپ اندھے ہیں۔ آپ کو نظر نہیں آ رہا کہ ہم ست پار پہاڑی کی طرف جا رہے ہیں۔ مہاراجہ نے صبح وہاں شکار کھیلتا ہے اور ہم نے مہاراجہ کے شکار کا انتظام کرنا ہے۔“ ڈرائیور نے جس کے جسم پر ریاستی فوج کی دروی تھی اور کاندھے اور پیچ چمک رہے تھے پہلے سے بھی زیادہ تلخ لہجے میں کہا۔

”آپ کے پاس مہاراجہ کا خصوصی اجازت نامہ ہے۔“ اس بار کافرستانی افسر نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔ ڈرائیور نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر افسر کی طرف بڑھا دیا۔ افسر نے اسے غور سے دیکھا اور پھر ڈرائیور کو واپس کرتے ہوئے کہا۔

”آپ لوگ ابھی یہاں ٹھہریں ہم مہاراجہ سے اس بات کی تصدیق کر لیں۔“ افسر نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اس کیبن کی طرف بڑھ گیا جو سڑک کے کنارے پر ہنگامی طور پر بنایا گیا تھا۔ اس دوران سپاہی بھپوں کے اندر ٹھس آئے تھے اور انہوں نے جیپ میں رکے

اتار لیا اور پھر وہ سب سامان اٹھائے تیزی سے پہاڑی پر چڑھنے لگے۔  
 تھوڑی دور اوپر تک تو وہ آسانی سے چڑھتے چلے گئے مگر آگے پہاڑی  
 کی چڑھائی کچھ اس قسم کی تھی کہ اوپر جانا نامکن نہیں تو مشکل ضرور  
 ہو گیا تھا۔ عمران کے کہنے پر باکس کھولے گئے۔ ایک باکس میں سفید  
 رنگ کے لباس موجود تھے پھر انہوں نے اپنے لباسوں کے اوپر ہی یہ  
 سفید رنگ کے لباس پہن لئے۔ یہ لباس خصوصی انداز میں تیار کئے  
 گئے تھے۔ ان میں ہوا بھر جاتی تھی اور اس طرح شدید سردی بھی ان  
 کے جسموں پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی۔ عمران نے کوہ پٹائی کے  
 آلات دوسرے باکس سے نکالے اور پھر سب لوگوں نے ٹانگوں کا  
 مضبوط رسہ اپنے جسموں کے گرد باندھ لیا۔ عمران کے کہنے پر فیصل  
 جان نے عقابوں کا پنجرہ اور ناثران اور صفدر نے باکس کمرے باندھ  
 لئے اور پھر وہ سب کوہ پٹاؤں کے سے انداز میں پہاڑی پر چڑھتے چلے  
 گئے۔ سب سے آگے عمران تھا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی مسلسل کوشش  
 کے بعد وہ ست پار پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ اس پہاڑی کی بلندی  
 راماند پہاڑی سے آدھی سے بھی کم تھی البتہ وہاں سے راماند پہاڑی  
 کی چوٹی صاف نظر آ رہی تھی۔ عمران کے اندازے کے مطابق دونوں  
 چوٹیوں کا درمیانی فاصلہ دس کلومیٹر کے لگ بھگ تھا۔ راماند ساڑھے  
 کی چوٹی برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ بظاہر وہاں کسی لیبارٹری کے آثار  
 تک نہ تھے ہر طرف برف ہی برف تھی اور پھر انہوں نے دو لڑاکا  
 جہازوں کو بھی چوٹی کے اوپر منزلاتے ہوئے دیکھ لیا۔ عمران نے گھڑی

ہوئی ہیں۔ ایکسٹو نے مجھے بتایا ہے کہ کافرستانی حکومت نے ہماری  
 حکومت کو چیلنج کر دیا ہے کہ اگر صبح چھ بجے تک انہوں نے غلای کے  
 معاہدے پر دستخط نہ کئے تو جوشان شر کا حشر بھی شکر گڑھ جیسا ہو گا اور  
 اس وقت بارہ بج گئے ہیں اور صرف چھ گھنٹہ باقی رہ گئے ہیں۔ عمران  
 نے کہا اور اس کے لہجے میں ایسی غراہٹ تھی کہ جیب میں موجود افراد  
 کے دل بے اختیار کانپ اٹھے۔ یہ سب سیکرٹ سروس کے ممبر تھے۔  
 پہلی جیب پر البتہ ناثران اور فیصل بھی موجود تھے۔ ناثران جیب چلا رہا  
 تھا۔ عمران نے مہاراجہ کو اس بات کا یقین دلادیا تھا کہ ان پر کوئی شبہ  
 نہیں آئے گا اور اسی بنا پر مہاراجہ نے انہیں اجازت دے دی تھی۔  
 مہاراجہ بھی حیران تھا کہ آخر ست پار پہاڑی پر جانے سے کیا ہو گا۔  
 اس سلسلے میں اس نے عمران اور ناثران کو بھی کیریدنے کی کوشش کی  
 مگر ظاہر ہے عمران سے وہ کیا معلوم کر سکتا تھا۔ وہ تو ناثران کی وجہ سے  
 مجبور ہو گیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ناثران اگر چاہے تو دوسری صبح ہی  
 اس کے اقتدار کا تختہ الٹ سکتا تھا یہی وجہ تھی کہ اسے ان کی خواہش  
 پر سر جھکانا پڑ گیا تھا۔ دونوں جیبیں خاصی تیز رفتاری سے ست پار  
 پہاڑی کی طرف بھاگتی چلی گئیں۔ راستے میں دو چوکیاں اور آئیں مگر  
 کسی نے ان سے تفرض نہ کیا اور آخر کار دو گھنٹے مسلسل سفر کرنے کے  
 بعد وہ ست پار پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر جیبیں  
 رک گئیں اور سب لوگ نیچے اتر آئے۔ ناثران اور فیصل نے جیبوں  
 کی سیٹیوں کے نیچے سے باکس نکالے اور عمران نے عقابوں کا پنجرہ نیچے

موجود سوراخ سے منہ لگایا اور اس میں ہوا بھرنے لگا۔ چند ہی لمحوں میں پلاسٹک کا بنا ہوا یہ سکڑا ہوا کیوتر پھول کر اصل کیوتر کی مانند ہو گیا۔ اس نے کیوتر کو ایک پتھر پر رکھ دیا پھر عمران نے ایک باکس نکالا اور اس میں سے ایک چھوٹی سی مشین نکال کر باہر رکھ دی۔ مشین کے اوپر شیرنگ نما پتھر لگا ہوا تھا۔ مشین پر مختلف ڈائل اور چھوٹے چھوٹے کئی بلب موجود تھے۔ اس باکس میں سے اس نے چھوٹے چھوٹے آٹھ کال نبل جیسے ٹین نکالے اور پھر ایک ایک ٹین اس نے ہر ممبر کی ہتھیلی میں تھما دیا۔ وہ سب حیرت سے یہ سب کھیل دیکھ رہے تھے۔

”جب میں فار کا لفظ کوں اس وقت آپ سب نے یہ ٹین دیا دینے ہیں۔ اس بات کا خیال رہے کہ سب نے بیک وقت ٹین دیا ہے۔ آپ کو معمولی سی دیر تمام کھیل بگاڑ دے گی۔“۔۔۔ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں ان سب سے مخاطب ہو کر کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ عمران نے ایک بار پھر گڑی دیکھی۔ اب چھ بیٹے میں صرف تین منٹ باقی رہ گئے تھے۔ عمران نے مشین کا ٹین دیا تو مشین میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ چھوٹے چھوٹے کئی بلب جلنے بجھنے لگے اور پھر عمران نے ایک سرخ رنگ کا ٹین دیا۔ ٹین دیتے ہی اچانک کیوتر اپنی جگہ سے اچھلا اور پھر فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ عمران نے شیرنگ نما پتھر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور اسے یوں ادھر ادھر گھمانے لگا جیسے وہ کار چلا رہا تھا۔ شیرنگ گھومتے ہی مشینی کیوتر کا رخ بدل تا

دیکھی چھ بیٹے میں صرف تین منٹ باقی رہ گئے تھے۔ عمران کے چہرے پر اس قدر شہیدگی تھی کہ اس کی جون ہی بدل گئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اس عمران سے قطعی مختلف ہو جو ہر وقت دوسروں کو ہنساتا رہتا تھا اس کی آنکھوں میں وحشت کے آثار نمایاں تھے۔ چوٹی پر شدید سردی تھی مگر مخصوص لباس کی وجہ سے انہیں سردی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ سب حیران تھے کہ عمران آخر کرنا کیا چاہتا ہے۔ جوشان آپریشن میں صرف آدھا گھنٹہ باقی رہ گیا ہے اور وہ رمانندہ پہاڑی سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر ایک پہاڑی پر کھڑے تھے مگر عمران ان سب اندیشوں سے بے خبر اپنے ہی کام میں مصروف تھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھٹا سا ڈبہ نکالا جس کے اوپر ایک ہب لگا ہوا تھا۔ عمران نے بنجرے میں ہاتھ ڈال کر ایک عقاب کو باہر نکالا اور پھر اس کے پیر کے ساتھ وہ ڈبہ باندھ دیا۔

”اسے پکڑو نازان۔“۔۔۔ عمران نے نازان سے کہا اور نازان نے عقاب کو پکڑ کر اپنے ہاتھ پر بٹھالیا۔ عقاب کی آنکھوں پر غلاف چڑھا ہوا تھا۔ عمران نے دوسرا عقاب نکالا اور اس کے پیر کے ساتھ اسی قسم کا ڈبہ باندھ کر اسے فیصل کے حوالے کر دیا۔ اس طرح چند ہی منٹوں میں آٹھ عقابوں کے پیروں میں آٹھ ڈبے باندھے دیئے گئے اور سب نے ایک ایک عقاب تھا ہوا تھا۔ اب عقابوں کا بیچو خالی ہو چکا تھا صرف عمران خالی ہاتھ تھا۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک پلاسٹک کا بنا ہوا کیوتر نکالا اور اس نے پلاسٹک کے اس کیوتر کی دم میں

تیزی سے نیچے کی طرف جھٹکا دیا اور کبوتر نے غوطہ کھایا اور وہ پہاڑی کی چوٹی پر اترتا چلا گیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے کبوتر پہاڑی کی چوٹی پر اتر گیا۔ اب عقاب بھی پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گئے تھے۔ جیسے ہی کبوتر نے غوطہ لگایا عقاب بھی اس کے پیچھے بھینے اور انہوں نے بھی غوطہ لگایا اور پھر جیسے ہی عقابوں کے پنجوں میں لٹکے ہوئے ڈبوں نے پہاڑی پر موجود برف کو چھوا عمران چیخ پڑا "فائر" اور اس کی آواز گونجتے ہی سب ممبروں نے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے بم دبا دیئے۔ دوسرے لمحے راماوند پہاڑی پر آٹھ شعلے سے چمکے اور پھر آٹھ ہی خوفناک دھماکے ہوئے۔ یہ دھماکے اتنے خوفناک تھے کہ دس کلومیٹر دور ست پار پہاڑی پر کھڑے ہوئے ممبر بھی لڑکھڑا کر رہ گئے۔ اس وقت چھ بجتے ہیں صرف ایک منٹ باقی رہ گیا تھا۔

مشین میں سے گھول گھول کی آواز نکل رہی تھی۔ کبوتر کی رفتار حیرت انگیز حد تک تیز تھی اور سنیرنگ کے ساتھ ہی کبوتر اپنا رخ بدلتا چلا جا رہا تھا۔ اب اس کا رخ راماوند پہاڑی کی طرف تھا۔ کبوتر تقریباً تین کلومیٹر دور نکل گیا تھا۔

"عقابوں کی آنکھوں سے غلاف ہٹا کر انہیں فضا میں اڑا دو" — عمران نے چیخ کر سب ممبروں سے کہا۔ سب ممبروں نے پھرتی سے عقابوں کی آنکھوں سے غلاف اتارے اور انہیں ایک جھٹکے سے فضا میں چھوڑ دیا۔ عقاب ڈبوں سمیت فضا میں اڑے اور پھر وہ سب تیزی سے اس کبوتر کی طرف بڑھنے لگے جو خاصی تیز رفتاری سے راماوند پہاڑی کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا۔ عقابوں کی رفتار مشینی کبوتر سے کہیں زیادہ تھی اور وہ انتہائی تیزی سے کبوتر کا پیچھا کر رہے تھے۔ عمران بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا اور سب ممبر ہاتھوں میں بم پکڑے حیرت سے منہ کھولے یہ سب تماشہ دیکھ رہے تھے عجیب و غریب تماشہ جو شاید ان کی زندگی کا حیرت انگیز تماشہ تھا۔ وہ سب سوچ رہے تھے کہ نجانے اس تماشے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اس تماشے پر دو لاکھ افراد کی زندگیوں کا دارومدار تھا۔ اب چھ بجتے ہیں صرف دس منٹ باقی رہ گئے تھے اور مشینی کبوتر راماوند پہاڑی کے قریب ہوتا چلا جا رہا تھا جبکہ اس کا پیچھا کرنے والے عقاب بھی اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ پھر جب چھ بجتے ہیں صرف تین منٹ باقی رہ گئے تو کبوتر راماوند پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ عمران نے سنیرنگ کے ساتھ والے ایک ہینڈل کو

”جی ہاں تمام تیاریاں مکمل ہیں۔ پروفیسر مارنن نے آخری چیکنگ کر لی ہے اور سب کچھ اوکے ہے۔ اور“۔۔۔ چیف سیکرٹری ڈیفنس نے جواب دیا۔

”پاکیشیا نے معاہدے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا ہے اس لئے ٹھیک چھ بجے جوشان آپریشن مکمل کر دیا جائے۔ وزیراعظم کا خصوصی حکم ہے۔ اور“۔۔۔ جوشان نے سمجھیر لہجے میں کہا۔

”اوکے ٹھیک چھ بجے پروفیسر مارنن مشین کا بٹن دبا دے گا۔ اور“۔۔۔ چیف سیکرٹری نے بھی منجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ایک بار پھر یاد رکھیں ٹھیک چھ بجے ہم پاکیشیا کو عبرت ناک سبق دینا چاہتے ہیں۔ اور اینڈ آل“۔۔۔ جوشان نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔

”دو لاکھ افراد کی قوتوں پر مرگ گئی“۔۔۔ چیف سیکرٹری نے بیڑواتے ہوئے کہا۔

”یقیناً اب کوئی طاقت انہیں موت سے نہیں بچا سکتی“۔ پروفیسر مارنن نے جواب دیا۔ اس کے لیوں پر زہریلی مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔ آپریشن کی اجازت کی خبر سن کر پروفیسر مارنن کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔ اسے اب تک صرف یہی خطرہ تھا کہ کہیں پاکیشیا معاہدے پر دستخط نہ کر دے اور اس طرح انہیں آپریشن کینسل کرنا پڑے گا اور پروفیسر کی حسرت دل ہی دل میں رہ جائے گی۔ جب چھ بجتے ہیں صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے

لیبارٹری میں اس وقت موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہر شخص خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ گزرتا ہوا ہر لمحہ اپنے اندر ایک نئی سسٹنی لئے ہوئے تھا۔ چھ بجتے ہیں پندرہ منٹ تھے کہ لیبارٹری میں موجود ٹرانسمیٹر میں سے سسٹنی کی آواز گونجنے لگی۔ سسٹنی کی آواز لیبارٹری کے ساکت ماحول میں ہم کی طرح پھنی اور وہ سب چونک پڑے۔ ایک افسر نے چونک کر ٹرانسمیٹر کا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی سسٹنی کی آواز آتی بند ہو گئی اور اب اس کی جگہ ایک کرخت مروانہ آواز گونجنے لگی۔

”ہیلو ہیلو۔ راما نند لیبارٹری۔ جوشان کالنگ پو۔ اور“۔

”ہیس۔ راما نند لیبارٹری۔ چیف سیکرٹری ڈیفنس سپکنگ۔ اور“۔

بٹن دبانے والے نے باوقار لہجے میں جواب دیا۔

”کیا آپریشن کی سب تیاریاں مکمل ہیں۔ اور“۔۔۔ سائنس دہرچ کونسل کے صدر جوشان کی آواز ہال میں گونج اٹھی۔

افراد کو موت کی نیند سلا دیتا تھا۔ پروفیسر مارن کے ہاتھ میں ہلکی سی لڑش تھی۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس وقت اس کے ہاتھ میں دو لاکھ افراد کی زندگیاں تڑپ رہی ہیں اور پھر صرف اور صرف ایک منٹ باقی رہ گیا اور سیکنڈ کی سوئی بارہ کا ہندسہ کر اس کر گئی۔ اب صرف اس سوئی کا ایک چکر باقی تھا۔ پھر جیسے ہی سوئی پانچ سیکنڈ آگے بڑھی اچانک ان سب کے سروں پر ہولناک دھماکے ہوئے خوفناک دھماکے۔ ایسی چیخیں جو خاموش چیخیں نہیں تھیں اور پھر پلک جھپکنے میں پوری لیبارٹری بھک سے اڑ گئی۔ لیبارٹری میں موجود تمام افراد کے جسم ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر لیبارٹری کے لمبے میں مل گئے۔ یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہوا کہ پروفیسر مارن کو اتنی صلت بھی نہ مل سکی کہ وہ ہینڈل کو چکر دے سکتا۔ پوری لیبارٹری فضا میں اڑتی چلی گئی اور پھر ہر طرف برف ہی برف پھیل گئی۔ پروفیسر مارن کی ہولناک مشین سینکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی اور برف کے ساتھ اڑتی چلی گئی۔ وہ سب دو لاکھ افراد کی ہلاکت کی حسرت دلوں میں لئے خود ہی موت کے گہرے اندھیروں میں ڈوب گئے اور خاموش چیخیں واقعی خاموش ہو کر رہ گئیں۔

ختم شد

تو سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہال پر گہرا سکوت طاری تھا۔ پروفیسر مارن نے مشین پر موجود غلاف ہٹا دیا اور پھر اس نے آخری بار چیکنگ شروع کر دی۔ وہ بڑے غور سے ایک ایک ڈائل کو دیکھ رہا تھا جس پر مختلف ہندسے لکھے ہوئے تھے اور ایک سبز رنگ کی سوئی ایک ہندسے پر جمی ہوئی تھی۔ سرخ رنگ کی ایک سوئی ایک طرف موجود تھی۔ یہ جوشان ٹارگٹ تھا۔ پروفیسر مارن کے ہینڈل کو چکر دیتے ہی سرخ رنگ کی سوئی تیزی سے سبز رنگ کی سوئی کی طرف بڑھتی اور پھر جیسے ہی دونوں سوئیاں ایک دوسرے کے اوپر آئیں آپریشن مکمل ہو جاتا۔ مشین سے نکلنے والی آواز کی طاقتور ترین لہریں چند لمحوں میں ٹارگٹ پر پہنچ جاتی اور پلک جھپکنے میں وہاں کی ہر چیز تباہ ہو جاتی۔ نیچے بجتے میں صرف دو منٹ باقی رہ گئے تھے کہ پروفیسر نے ایک ٹن دبا دیا۔ ٹن دبتے ہی مشین میں زندگی کی لہر دوڑ گئی اور مشین پر موجود سینکڑوں مختلف رنگوں کے بلب تیزی سے جلتے بجھنے لگے۔ ایک ڈائل پر جو آواز کی لہروں کی طاقت ظاہر کرتا تھا سرخ رنگ کی سوئی آخری ہندسے پر تھم رہی تھی۔ چیف سیکرٹری ڈینس کی نظریں گھڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ سیکنڈ کی سرخ رنگ کی سوئی تیزی سے حرکت کرتی ہوئی بارہ کے ہندسے کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔ جب یہ سوئی ایک اور چکر لگا کر دوبارہ بارہ کے ہندسے پر پہنچی تو پروفیسر نے ہینڈل کو چکر دے دیتا تھا۔ پروفیسر مارن نے اپنا ہاتھ ہینڈل پر رکھ دیا۔ اس ہینڈل کو چکر دیتے ہی آپریشن جوشان مکمل ہو جاتا تھا۔ خاموش چیخوں نے دو لاکھ